

## اس شمارے میں

۵	حضرت سیدی فقیر اعظم قدس سرہ	حقیقت دین
۱۵	ڈاکٹر محمد ضیاء الحبيب صابری	پیر محمد نور اللہ رحمہ اللہ (اداریہ)
۱۶	علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ	نمونیہ اسلاف
۱۷	علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمہ اللہ	صاحب فتویٰ و فتویٰ
۱۸	جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ	علم و فضل کے پیکر رعنا
۱۹	جسٹس سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ	اعلیٰ ترین اجتہادی صلاحیتوں کے حامل
۲۱	مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمہ اللہ	قابل رشک شخصیت
۲۲	شیخ القرآن مولانا غلام علی اکاڑی رحمہ اللہ	افقہ الفقہاء
۲۳	شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ	فقیر العصر
۲۴	حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ	قائد اہل سنت
۲۵	علامہ مفتی محمد معین الدین شافعی رحمہ اللہ	خراج عقیدت
۲۶	شیخ الحدیث مفتی محمد عبداللہ قادری رحمہ اللہ	بحر العلوم و الفنون
۲۷	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمہ اللہ	حق گوئی ان کا شیوہ
۲۸	علامہ سید ریاض حسین شاہ	بحر علوم و معارف کے شنادر
۳۱	علامہ سید محمد محفوظ الحق شاہ	آبروئے ملت اسلامیہ
۳۳	مولانا ابوالانعام محمد رمضان نوری رحمہ اللہ	واقعہ معراج
۵۳	علامہ محمد علی نقشبندی	درود شریف --- مخزن انوار و برکات
۵۹	پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری	زکوٰۃ نکالنے کے اصول و ادب اور احتیاطیں (رہنمائے زکوٰۃ)
۷۳	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ	پرہیز گاری اور اچھی صحبت
۸۳	ابن آدم	غصہ اور شکایت
۸۷	سید محمد علی	انبیاء اور صحابہ پر بننے والی فلمیں --- شرعی جائزہ
۷۱	ادارہ	وفیات
۹۵	ادارہ	اوقات نماز

## منظومات

۳	راجا رشید محمود	حمد باری تعالیٰ رحمہ اللہ
۳	راجا رشید محمود	نعت حبیب کبریا رحمہ اللہ
۱۲	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	قطع تاریخ سال وصال حضرت فقیر اعظم رحمہ اللہ
۲۷	حافظ محمد افضل فقیر	لقب و فقیر اعظم بود
۴۱	جشد کبوتہ	وہ محدث، وہ فقیر با کمال
۵۱	محمد اکبر وارثی	نغمہ معراج
۹۳	راجا رشید محمود	اعلیٰ حضرت کی زمین میں
ناٹل	(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری	”سایمان اپنا محبت کی“

## حمد باری تعالیٰ

## نعت حبیب کبریا رحمہ اللہ

- ہے تخیل کا سمندر آج اتنا موجزن • گیلی آنکھوں سے ہے روئے کا نظارہ موجزن
- حمد کا اور نعت کا دل میں ہے دریا موجزن • ذہنِ احقر میں ہے شعروں کا طرارہ موجزن
- خامہ تحمید سے جذبات کی موجوں میں ہے • میں مئے حب نبی رحمہ اللہ میں مست تھا، بے خود رہا
- صفیہ قرطاس پر انشاء و املا موجزن • جام الفت میں رہا مدحت کا پارہ موجزن
- ان کو کرتا ہی نہیں سیراب زمزم سے خدا • رشتہ الفت پیہرِ پیہرِ نبی رحمہ اللہ سے جو کر لو استوار
- ہر رگ جاں میں ہے جن لوگوں کے، صہبا موجزن • درمیانِ قعر دریا ہو کنارہ موجزن
- حکم مالک پر فضائل کو کیا کر اختیار • موج جب آئی ہے دل میں مدحت سرکارِ نبی رحمہ اللہ کی
- کیوں رزائل کے سمندر میں ہے بے جا موجزن • چرخِ رفعت پر ہے قسمت کا ستارہ موجزن
- تم اگر تعمیل احکام خدا کرتے نہیں • بارشِ الطاف کی خواہش ہو تو طیبہ چلو
- ہے تمہارے قلم قسمت میں گھٹا موجزن • دیکھ لو میزابِ رحمت کا اشارہ موجزن
- نعت کے اور حمد کے بحرِ عقیدت میں مرے • دل سمندر ہے تو اس میں الفت سرکارِ نبی رحمہ اللہ کا
- ہیں چناب و جہلم و راوی و گنگا موجزن • مستقل ہے اک عقیدت کا ادارہ موجزن
- ملتزم پر گزرتا ہوں خدا کے سامنے • یہ نتیجہ غیر بیغیر کی مداحی کا ہے
- روز خوابوں میں یہی پاتا ہوں پناہ موجزن • غوطہ زن ہے سود، لیکن ہے خسارہ موجزن
- چاہی جب منجد ہار میں محمود نے رب کی مدد • ساحلِ جدہ کی جانب صورتِ نعت نبی رحمہ اللہ
- قعر ساکن ہو گیا ہے اور کنارہ موجزن • بحرِ اخلاص و عقیدت کا ہے دھارا موجزن
- سوچو تو محمود مدح سرورِ کونین رحمہ اللہ میں
- زندگی آموز ہے اک استعارہ موجزن

## راجا رشید محمود



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
اللہ محمد چاریار اغثنی یا رسول اللہ حاجی خواجہ قطب فرید

2

## دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

کے بہتروں سالانہ اجلاس

اور

سیدنا فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ

کے 29 ویں عرس مبارک کے کامیاب انعقاد پر

سجادہ نشین خانقاہ نوریہ حضرت قبلہ صاحبزادہ پیر مفتی

محمد محبت اللہ نوری صاحب

کی خدمت عالیہ میں انتہائی ادب و احترام سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں

جاروب کش خانقاہ نوریہ: حکیم محمد سعد صابری، فاضل الطب والجرأت

یشغین دواخانہ، مین سٹاپ ہنجر وال، ملتان روڈ، لاہور

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۳ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

میرے پیر محمد نور اللہ علیہ

سارے جگ وچ فیض لٹایا اے

ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری

نوری مجلہ ماہ نامہ نور الحبیب کا یہ شمارہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے، جب بصیر پور شریف میں مرکز علم و حکمت، منبع نور و نکمت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور خانقاہ نوریہ پر عرفان الہی اور عشق رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار و تجلیات کا ابر کرم برس رہا ہے، جس میں فرزندان اسلام اور پاسداران شیع رسالت خوب نہال ہو رہے ہیں۔۔۔ خوان نور پر ہمیشہ کی طرح آج بھی کسی چیز کی کمی نہیں، ارباب عقل و دانش ہوں یا وجد و بے خودی سے سرشار اہل دل، سب کے لیے ان کی مرغوب و مطلوب ”نعمت“ کا وفور ہے۔ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فرش کاہ سے اٹھنے والے فراز کوہ سے نوری کرنیں بن کر مطلع و رشد و ہدایت پر ستاروں کی طرح چمکتے زندگی کے بحر بیکراں میں چھو چلاتے مسافروں کو منزل آشنا کر رہے ہیں، قادری سقیا کے ساقی کی مست نگاہوں سے چار ہونے والی ہر آنکھ ”سرمہ مازاغ“ کی خیرات سے ”دیدہ بینا“ کا عنوان بن چکی ہے، فاران کی چوٹی، جبل نور کی آغوش، ”غار حرا“ میں سنے گئے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
نعمتوں کی صدائے بازگشت، سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر سے جو دعوت حق ام القریٰ کے  
مکینوں کی سماعتوں کو گدگدائی تھی، وہی دعوت، وہی نور، وہی ہدایت و رحمت کا عالم گیر پیغام،  
منزل بمنزل پنجاب کے بچڑے ہوئے (پس ماندہ) خطے ستلج و بیاس کے دو آبہ میں ایک بہتی  
بصیر پور (شریف) کی مشرقی جانب دوآبی گزرگا ہوں (جنہیں مقامی زبان میں نکئی، دھن کہا جاتا ہے)  
کے وسط میں گھنے سرکنڈوں کے جنگل تک پہنچا، جسے یہاں کی سعید روحوں نے صمیم قلب سے  
خوش آمدید کہا اور اپنے عظیم مربی و مہربان رہبر کے حسن کردار اور ان تھک محنت کی بدولت  
اس جنگل کو منگل بننے دیکھا۔ وہ خوش نصیب آنکھیں ابھی بند نہیں ہوئیں، جنہوں نے اس  
معجزہ مصطفویٰ کا مشاہدہ کیا۔

اسلام کی تھانیت پر سارا عالم گواہ تھا، گواہ ہے، مگر آج اسلام اپنے ہی نام لیواؤں کے ہاتھوں  
الم ناک حالات سے دوچار ہے، میرے عہد میں اسلام کا نام لینے والوں نے اس ابدی سچائی کو  
اپنے مکروہ افکار اور بھونڈے کردار سے بدنام کر دیا ہے، خاکم بدہن..... آج اسلام اور مسلمان  
ہر خرابی اور خامی کا عنوان بنا دیے گئے ہیں، اسلام تعلیم اور تعلیم کو عبادت کا درجہ دیتا ہے، جب کہ  
آج کے مدعیان اسلام اس کارِ نبوت کو تجارت کی شکل دے چکے ہیں اور جو چیز ”علم“ کے نام پر  
معصوم نسلوں کو پلائی جا رہی ہے، وہ ”انسانیت سوز“ زہر ہے، جو اولادِ آدم کو شرفِ انسانیت پر  
سرفراز کرنے کی بجائے بھیمت و سبیت سے ہتھیار بند کر رہا ہے، آج دنیا خصوصاً مغربی اقوام  
”مسلمانوں“ پر ”دہشت گرد“ کا لیل چسپاں کر کے غیر مہذب کی پھبتی کس رہی ہے، کیا ”مسلمان“  
واقعی غیر مہذب، دہشت گرد، خونخوار، ظالم، سفاک، بددیانت، جرائم پیشہ تھا؟ کیا (معاذ اللہ)  
یہی اسلام کی تعلیم تھی اور ہے؟..... نہیں ہرگز نہیں، نہ اسلام کی تعلیمات ایسی ہیں اور نہ ہی اس کے پیروکار  
دہشت گرد یا وحشی، بلکہ تاریخ کا مطالعہ اس جھوٹ کا پول کھولتا ہے کہ مسلمان شرف و مجد کا مجسمہ اور  
معاشرے کے لیے سراپا رحمت و شفقت تھا، اس کی شہادت دیکھیے، ایک فرانسیسی مصنف و محقق  
ڈاکٹر گستاوی بان (جسے اسلام یا پیغمبر اسلام سے ذرہ برابر بھی عقیدت یا احترام نہیں) نے  
”تمدن عرب“ کے نام سے اپنی تحقیقات جمع کی ہیں، موصوف عربوں کی اندلس میں آمد سے قبل  
اندلس کی تاریکی، جہالت، بدامنی، افراتفری، تہذیب ناآشنائی کا ذکر کرنے کے بعد جب عربوں نے  
اندلس فتح کر لیا تو عربوں کے اندلس کا تذکرہ، اس کے الفاظ میں دیکھیے:

ماہنامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
”ایک صدی کے اندر غیر مزرعہ زمینیں کاشت ہونے لگیں، اجاڑ بستیاں آباد ہو گئیں،  
بڑی بڑی عمارتیں بن گئیں، دوسری اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم ہو گئے،  
اس کے بعد عربوں نے علوم و ادب کی طرف توجہ کی اور یونانی و لاطینی کتابوں کے  
ترجمے کرائے، اور دارالعلوم قائم کیے جو مدت تک یورپ میں علم کی روشنی  
پھیلاتے رہے..... (756ء) عربوں کے تمدن کا عروج شروع ہوا اور تین صدی تک  
قرطبہ علوم کے لحاظ سے سارے جہان کے شہروں کا سر تاج رہا..... مدارس، کتب خانے،  
تحقیقات علمی کے مقامات ہر طرف قائم ہو گئے۔ یونانی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا، ہندسہ،  
ہیئت، طبیعیات، کیمیا اور طب کی تحصیل نہایت کامیابی کے ساتھ جاری رہی۔۔۔۔

[تمدن عرب: صفحہ ۴۰۵]

”عربوں کو علوم یونان و روم کا ایسا جوش پیدا ہو گیا جیسا انہیں لڑنے کا جوش تھا،  
ہر طرف مدارس کثرت سے قائم ہو گئے اور چند روز میں شاگردوں کے مقابلے  
کرنے لگ گئے۔۔۔۔ [تمدن عرب: صفحہ ۲۶۸]

ڈاکٹر لی بان سقوط اندلس کے بعد اس کے شہر کی حالت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:  
”اس میں شک نہیں کہ عیسائیوں نے قرطبہ میں اسلامی ہلال کی جگہ پر صلیب کو  
قائم کر کے بڑی کامیابی حاصل کی، مگر جس شہر پر ہلال کا سایہ تھا، وہ دنیا کے شہروں میں  
بہت پُر رونق اور خوبصورت اور آباد شہر تھا، برخلاف اس کے مسیحی صلیب آج کے دن  
اس اعلیٰ تمدن کے ویرانہ پر سایہ گلن ہے، جسے صلیب کے پوجنے والوں نے برباد  
کر دیا۔۔۔۔ [تمدن عرب: صفحہ ۴۰۶]

ڈاکٹر لی بان کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

”ہماری کتاب تمام ہو گئی، اب ہم اس کا خلاصہ چند لفظوں میں کریں گے،  
تمدن کے لحاظ سے بہت کم اقوام عربوں پر فوقیت لے گئی ہیں اور کسی قوم نے  
اتنے تھوڑے عرصے میں ایسی علمی ترقی نہیں کی، مذہبی لحاظ سے انہوں نے دنیا کے  
مذہب میں سے ایک بہت بڑے مذہب کی بنا ڈالی ہے، وہ مذہب جو اس وقت بھی  
سب سے زیادہ زندہ ہے، ملکی لحاظ سے انہوں نے تاریخ عالم کی حکومتوں میں سے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
ایک بہت بڑی حکومت قائم کی، دماغی اور اخلاقی لحاظ سے انہوں نے یورپ کو

متمدن بنایا۔۔۔ [تمدن عرب: صفحہ ۷۵۶]

ڈاکٹر لی بان اگر منافق نہیں تھا تو اس کی کتاب کے درج بالا اقتباسات اسلام کی عظمت، ملت اسلامیہ کی صلاحیتوں کا چھٹا چھاڑتا ثبوت ہے، کاش ہماری نئی نسل اپنی عظمت رفتہ کو واپس لانے کی نتیجہ خیز کوشش کرے، کیوں کہ ہر خطے میں ہر عہد کے لیے رہبری کا فریضہ ”مسلمان“ کو سپرد کیا گیا ہے، ﴿يُظْهِرُكَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾

ان گنت لوگوں نے حقانیت اسلام، مسلمانوں کی علمی و فکری خدمات کا وا شکاف الفاظ میں اظہار کیا ہے..... مگر پدرم سلطان بود کا نعرہ، مضبوط حکمت عملی، پختہ کردار اور کامل سنجیدگی کا تقاضا کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ اپنی اساس (دین) سے علمی، فکری و عملی وابستگی کی اشد ضرورت ہے، جزیرہ نما عربستان کے اکھر، اجڈ، ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں کو جس تعلیم نے بام ثریا تک عروج دیا، کیا وہ تعلیم آج کے نسبتاً بشعور انسان کو صلاح و فلاح کا تاجور نہیں بنا سکتی! مگر آج کا مسلمان ماضی اور تاریخ کے مسلمان سے کوسوں دور جا چکا ہے اور اسے ایک خوف ناک المیہ ہی کہا جاسکتا ہے، آئیے دیکھیں، ماضی کا انسان مسلمان کیسے بنا؟

اقراء سے شروع ہونے والے آخری اور حتمی پیغام میں علم، فکر، عقل، خرد اور شعور کو بار بار ہمیں یاد کیا گیا اور خود نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف اسالیب و پیرایوں میں متنبہ فرمایا۔ اسلام ہی اپنے پیروکاروں سے اصرار کرتا ہے کہ آغوش مادر سے آخری دم تک علم حاصل کرو، زمان و مکان کی حد بندیوں سے نکلنے کا اسی دین اسلام نے راستہ دکھایا کہ کسی دور دراز مرکز علم تک رسائی میں اس کی دوری حائل نہ ہو، اسلام ہی اپنے معاشرے کے لوگوں کو حصول تعلیم کے لیے منفی قیود اور قدغنوں کی زنجیروں سے آزادی دیتے ہوئے مرد و خواتین کو بلا استثناء جنس تعلیم حاصل کرنے کے لیے ابھارتا ہے..... آخری نبی سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر قسم کے شک و شبہ کو دور کرتے ہوئے فرمایا:

بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔۔۔ ”میں معلم بنایا گیا ہوں“۔۔۔

اور اپنے اعلان کا عملی مظاہرہ سیدنا ارقم ابن ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر کو درس گاہ قرار دے کر شب و روز پیام حق کی تعلیم و تبلیغ میں وقف کر دیے۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
یہ درس گاہ ہمہ وقتی تعلیم کا مرکز تھی۔ ابتدائی چھ سالوں میں چالیس نفوس قدسیہ تک کی تعداد اس اولین اسلامی تعلیمی مرکز سے فیض یاب ہوئی، تا آنکہ مکہ مکرمہ کا ایک بڑھا لکھا جوان، جلال و جبروت میں شہرت یافتہ، آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن غفور و کرم میں آتا ہے۔ یہ جوان عمر ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے نام سے معروف و متعارف تھا۔ اسی دانش گاہ بیت ارقم ابن ارقم میں معلم انسانیت کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتا ہے۔ یہیں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حیاتِ جاوداں کی سند عطا ہوتی ہے۔۔۔

اسی بیت ارقم کے تعلیم یافتہ افراد نے اس مدرسہ تک نہ آسکنے والوں کی جگہوں پر جا کر علم کی روشنی پہنچائی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو اپنے گھر کا ایک حصہ اسی مقصد کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ علم کی روشنیوں سے کفر زدہ معاشرہ گھبرا اٹھا، چمکا ڈروں کو چشمہ آفتاب کی کرنوں نے بھونچکا کر دیا۔ معاشرہ تمللا اٹھا، مصنوعی اور جھوٹی خدائی کے ناخداؤں کی نیندیں اُڑ گئیں:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ [الصّف: ۸]

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

روسایہی کے خریداروں نے آلِ ہاشم کے خلاف معاشرتی بائیکاٹ کا سفاکانہ فیصلہ کر ڈالا، جس کے نتیجے میں علم کے شیدائی اپنے محترم معلم کے ساتھ شعب ابی طالب نامی ایک وادی میں محصور ہو کر رہ گئے۔

کسی بھی مسلم معاشرے کے لیے تعلیم کی اہمیت کا اندازہ تاریخ اسلام کے اس اندوہناک واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جو تین سال پر محیط ہے، اس کرب ناک محصوری کے باوجود تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ جاری رہا۔۔۔ ایسے ہی واقعات سے رہنمائی حاصل کر کے مسلمان اس نتیجے پر پہنچے کہ مہد سے لحد تک علم حاصل کرنا زندگی کا حسین ترین مقصد ہے۔

دارِ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بعد بیت ارقم ابن ارقم رضی اللہ عنہ کو جو شرف رہا، وہ اعزاز شعب ابی طالب کو بھی حاصل ہوا کہ تین برس تک معلم انسانیت اس وادی میں علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
مکہ مکرمہ میں پڑھنے لکھنے کا عام رواج نہ ہونے کے برابر تھا، بس چند گنتی کے لوگ لکھنا پڑھنا  
جاننے والے تھے، ان میں ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ [بخاری، جلد اول، کتاب الوجی] [عمر بن فہیمہ] [مستدرک حاکم، جلد ثالث، صفحہ ۵۴۰] ابن ابی سراح (مرتد) [فتوح الشام، جلد ثانی،  
صفحہ ۶۶۷]، ان کے علاوہ بلاذری نے سترہ مزید افراد کے نام دیے ہیں، ان میں سیدنا عمر فاروق،  
سیدنا مولیٰ علی، سیدنا عثمان غنی، سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح، طلحہ، یزید بن ابی سفیان، ابو حذیفہ بن  
عتبہ بن ربیعہ، حاطب بن عمرو و برادر سہیل بن عمرو و العامری، ابوسلمہ بن عبد الاسد المخزومی، ابان بن سعید  
بن العاصی بن امیہ، خالد بن سعید، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح العامری، حویطب بن عبد العزیٰ العامری،  
ابوسفیان بن حرب بن امیہ، معاویہ بن ابوسفیان، جہیم بن صلت ابن مخزومہ بن المطلب بن عبد مناف اور  
الطاء بن الحضری۔۔۔ بلاذری نے چند خواتین کا ذکر بھی کیا ہے جو لکھنے پڑھنے والی تھیں۔ ام المؤمنین  
سیدہ حفصہ، الشفاء بنت عبد اللہ العدویہ، ام کلثوم بنت عقبہ، عائشہ بنت سعد، کریمہ بنت مقداد۔  
[اردو ترجمہ فتوح البلدان، جلد ثانی، صفحہ ۶۶۶]

تیرہ سالہ کی دور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے انتہائی کٹھن تھا، مرضی و مشیت الہی  
کے پیش نظر جب اہل مدینہ مسلمان ہوئے تو ان کی ضروریات میں سرفہرست ان کی تعلیم کا  
بند و بست ضروری تھا۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سیدنا مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام  
قرعہ فال پڑا، یہ مدنی مسلمانوں کی تعلیم کے علاوہ اہل مدینہ کے سامنے اسلام کی تعلیمات کے علاوہ  
انہیں اسلام کی دعوت بھی دیتے، چنانچہ ان کی کوششوں سے اہل مدینہ کی بڑی تعداد ہجرت سے قبل  
دامن اسلام میں آچکی تھی۔

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ہجرت سے پہلے ہی مدینہ منورہ میں نو (۹) مساجد  
(مسجد بنی ساعدہ، مسجد بنی عبید، مسجد بنی سلمہ، مسجد بنی راج، مسجد بنی زریق، مسجد بنی غفار، مسجد بنی سالم،  
مسجد بنی جہینہ) بن چکی تھیں۔

ہجرت کے بعد نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے ہستی قباء میں قیام فرمایا اور اس قیام کے دوران  
آپ نے بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں کلثوم بن ہدم کے ساتھ مسجد بنائی۔ یہی وہ مسجد ہے جس میں  
دور کعت نماز نفل کا ثواب مقبول عمرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

مسجد قباء کی تعمیر کے بعد آپ مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہیں تو تشریف آوری کے اگلے روز ہی  
ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۱۰ ﴾ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کے ساتھ سہیل اور سہیل  
دو بچوں کی زمین برائے تعمیر مسجد خرید فرمائی، جس کی قیمت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔  
آپ نے بنفس نفیس مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑے سے عرصہ میں  
مدینہ منورہ میں جگہ جگہ مسجدیں تعمیر ہو گئیں۔

اسلام میں مسجد کو ہر لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور پورے عالم اسلام میں  
اولین عمارت مسجد ہی ہوتی ہے۔ مسجد نبوی میں نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے معمولات مبارکہ سے  
مسجد کی ہمہ گیر حیثیت کا پتا چلتا ہے۔۔۔ آپ نے تعلیمی و تدریسی معمولات کے لیے مسجدوں میں  
جو چیز جاری فرمائی، پوری مسلم دنیا میں آج بھی (محدود ترین ہی سہی) وہ مسلمانوں کا معمول ہے۔  
مسجد میں محلے کے بچے اور بزرگ قرآن مجید پڑھتے ہیں، علماء کرام دروس دیتے ہیں، جن میں  
قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ سے تصوف تک کے علوم کا بیان ہوتا ہے۔ یعنی معاشرے میں مسجد کے  
کردار کو کم اور غیر مؤثر کیے جانے کے باوجود آج بھی ترویج علم کا اہم مرکز مسجد ہی ہے، جس سے  
کوئی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا۔ مسجد کا کردار بحال کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ صرف  
اس ایک بحالی سے نصف سے زائد معاشرتی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

بلاد عرب و عجم میں روز اول سے مسجد کی تعمیر کا مقصد تعلیم و تدریس و تبلیغ دین رہا ہے،  
تمام مدارس دینیہ و علمیہ جو دنیاے اسلام میں مسلمانوں نے قائم کیے، ان سب کا نقطہ آغاز ہر جگہ  
مسجد ہی ہے۔ مصر، یمن، شام، اردن، فلسطین، عراق، مراکش، ترکی، ایران، ہند، سندھ ہر جگہ  
تمام بڑی درس گاہیں اپنے وقت کی مساجد ہی ہوا کرتی تھیں، یعنی مدرسہ، مکتب، جامعہ، مسجد ہی کے  
روپ ہیں۔۔۔ یورپ جسے اپنی تعلیمی ترقی پر بڑا ناز ہے (جو بجا ہے) کا سرمایہ فخر آکسفورڈ یونیورسٹی  
انگلستان میں ۱۲۴۹ء میں قائم ہوئی، جب کہ مصر میں اس سے (۲۷۹ سال) پہلے جامعہ ازھر  
۹۷۰ء/۳۵۹ھ میں قائم ہو چکی تھی۔ [تمدن عرب، صفحہ ۳۶۲، دائرہ معارف اسلامی، جلد ۲۰، صفحہ ۱۶۲]

کوفہ، بصرہ، بغداد کی درس گاہوں کے سلسلے کی ایک حسین کڑی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ  
بصیر پور شریف میں ۷۲ سال سے اپنے بانی حجۃ الاسلام، پاسان عشق رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام،  
محدث اعظم و فقیہ افخم، شہامت دین و ملت سیدی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری قدس سرہ العزیز کی  
روحانیت کا زندہ و پابندہ ثبوت بن کر بے لوث، بے غرض، بلا خوف و لومۃ لائم، پرچم علم و آگہی بلند کیے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
اپنے روحانی و معنوی فرزندان کی ناصرف تعلیم بلکہ تربیت پر خصوصی توجہ کو مرکزی نقطہ قرار دے کر  
اپنے عہد کے مدارس سے امتیاز و شرف رکھتا ہے۔

زیر تربیت تلامذہ محسوس یا غیر محسوس طور پر اپنے استاذ و معلم کے اخلاق و کردار، روحانی پاکیزگی،  
تزکیہ نفس، تصفیہ قلب سے اپنی شخصیت کی تعمیر و تزئین میں مدد و رہنمائی لیتے ہیں۔ درس گاہ میں  
”انسانیت سازی“ کا فریضہ سرانجام دینے والی ہستی ہمہ پہلو کامل و اکمل ہوگی تو اس کی زیر تربیت نسل  
یقیناً سراپا خیر ثابت ہوگی۔

”دارالعلوم حنفیہ فریدیہ“ کے بانی محترم کی کتاب زیست تمام تربشیریت کے باوجود کردار کا  
کوہ ہمالیہ دکھائی دیتی ہے۔ آپ کے سوانحی خاکہ نویسوں نے آپ کی جو تصویر کشی کی، وہ ان کی  
ہستی کے عکس جمیل کو کیسے ثبت قرطاس کر سکتے، جب کہ ان کی ہر اداء، ہر عمل، عشق رسول علیہ وآلہ  
الصلوٰۃ والسلام کے کوثر و تسلسیل میں دھلا ہوا تھا۔ عشق و ادب میں اپنے عہد کے پیشوا کی زندگی کے  
شب و روز نبی کریم روف رحیم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کے سانچے میں ایسے ڈھلے ہوئے  
کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں ورطہ حیرت میں آجائیں۔

اپنے آقا و مولیٰ سید المرسل مولا نے کل علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کی چھوٹی سے چھوٹی،  
باریک سے باریک چیز میں بھی پوری طرح اہتمام اتباع ہوتا، جس کی وجہ سے بے شمار بڑی بڑی  
دشواریوں میں بھی یوں پرسکون ہوتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔

پاکستان بننے کے ابتدائی برسوں میں ہر کسی کو بدانتظامی کا سامنا تھا۔ مہاجرین کی آباد کاری،  
امن و امان کی صورت حال سے دوچار حکومت و عوام بری طرح پریشان تو تھے ہی، مگر سب سے گھمبیر  
صورت حال تب ہوئی جب خوراک کی قلت نے تقریباً قحط کی صورت پیدا کر دی۔ ایسے میں  
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے شعبہ خوراک کا متاثر ہونا بھی قدرتی بات تھی۔ چنانچہ ایک صبح کے پہلے پہر  
طلباء کے لیے لنگر پکانے والی خاتون نے سیدی فقیہ اعظم سے عرض کی کہ:

”حضرت صاحب جی! بھڑولے وچ کتک تک گئی ہے۔“

یعنی غلہ ذخیرہ کرنے والی ایک مٹی (ایک خاص وضع) کے سٹور میں گندم نہیں۔۔۔  
سیدی فقیہ اعظم علیہ السلام اس خبر سے پریشان یا متردظ نہیں آئے بلکہ معمولاً اُن بزرگ خاتون سے فرمایا:  
”جا کے بھڑولے وچ دیکھ تے سی“۔۔۔

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ﴿ ۱۲ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
تو اُن خاتون نے عرض کی:

”میں تے پرولا پھیر آئی آں۔۔۔“

یعنی میں تو کپڑے سے صاف کر آئی ہوں۔۔۔ سیدی فقیہ اعظم علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا،  
جا کر دیکھو، چنانچہ اُن خاتون نے جا کر بھڑولے کا منہ کھولا تو گندم نکلنے لگی۔ خاتون حیران تو تھی  
پریشان بھی ہو گئی کہ بھڑولا تو میں نے خود صاف کیا ہے اور اب گندم نکل رہی ہے۔ کہیں حضرت صاحب  
میری بات کو جھوٹ نہ سمجھ لیں۔۔۔ اتنے میں سیدی فقیہ اعظم علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا:

”دائی مائی فصل آنے تک دانے نکلے رہن گے، تے کسے ٹوں دسین ناں۔۔۔“

یعنی نبی فصل تک بھڑولے سے گندم نکلتی رہے گی، پر کسی کو بتانا نہیں۔۔۔ اس واقعہ کے وقت  
سیدی فقیہ اعظم علیہ السلام کسی تفاخر کے جذبات تشکر سے سرشار تھے۔ لگتا ہے صاحب فضل عظیم و عظیم  
آقا ﷺ نے اپنے عاشق صادق مردِ غیور کے استغناء کی لاج رکھ لی۔ کل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
بھوکے تھے، اصحاب صفہ بھوکے تھے مگر اُن کے کریم آقا علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف  
ایک پیالہ دودھ سے ستر، اتنی مردانِ خدا کی بھوک کا مداوا فرمادیا۔

لگتا ہے دارالعلوم کے بانی حضرت ”ابوالخیر“ کے بھڑولے کا کنکشن والی کوئین علیہ وآلہ  
الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب صفہ والے لنگر خانے سے جوڑ دیا تھا۔۔۔

سیدی فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کو حرمِ سرائے قدس میں منتقل ہوئے  
۲۹ برس بیت گئے، آپ کے روحانی تصرفات آج بھی دارالعلوم کے تمام معاملات، وابستگان  
خانقاہ نور، دارالعلوم کے اساتذہ، تلامذہ، مریدین اور حلقہ و فاداران کی نگہبانی فرما رہے ہیں اور  
عشق مصطفوی ﷺ کا مرقع حسین، نازش علم و ادب، پیر طریقت حضرت قبلہ صاحبزادہ مفتی  
محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی اپنے والد گرامی مرشد عالی اور شیخ کریم کی روحانی وراثت و امانت کی  
ناصر حفاظت فرما رہے ہیں بلکہ اہل تک نقل فرمانے میں بھی کسی کوتاہی یا بخل سے کام نہیں لے رہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے محبوب نبی سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے  
فیوض و برکات کے انوار و تجلیات کے اس مرکز کو ابد الابد تک قائم رکھے اور ”گلشن نور“ کا ہر گل، ہر دم  
شاداب و عطربیز رہے، تاکہ علم و عرفان، فلسفہ و ادب کے متلاشیوں کے مشام جاں کو مشکبار کرتا رہے۔



## قطعہ تاریخ (سال وصال)

فقیہ اعظم ، افتخار العلماء حضرت مولانا مفتی

ابو الخیر خواجہ محمد نور اللہ بصیری قدس سرہ العزیز

عالموں کی آن ، محمد نور اللہ  
حق شناس حق دان ، محمد نور اللہ  
مخزن عرفان ، محمد نور اللہ  
مطلع انوار اکرام و عطا  
دین کا عالم ، جلیل المرتبت  
معتبر مفتی ، فقیہ منفرد  
فقر کا جاہ و جلال و طظنہ  
قادر یوں کا سکون قلب و روح  
نزد و دور اس کی مہک پھیلی ہوئی  
اس کی عظمت کا زمانہ معترف  
اس کا سال وصل طارق نے کہا  
”بے بدل فیضان ، محمد نور اللہ“

۱۴۰۳ھ

شاعر اہل سنت: طارق سلطان پوری



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیری پور شریف ﴿ ۱۴ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

## نمونہ اسلاف

شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز

فقیہ اعظم حضرت علامہ محمد نور اللہ صاحب نعیمی قدس سرہ العزیز علوم عالیہ اسلامیہ کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم، جلیل روحانی شخصیت تھے۔ وہ ایک عالم باعمل، متقی، پرہیزگار، خدا ترس، عابد و زاہد دینی رہنما تھے اور تمام عمر علوم اسلامیہ کی ترویج و تدریس میں صرف کی۔ وہ ایک بلند پایہ محدث، مفسر اور فقیہ تھے۔ وہ بزرگان سلف کا نمونہ تھے اور یہ حقیقت ہے کہ انہیں دیکھ کر دیکھنے والے کے دل میں دین داری کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ وہ والد محترم شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور آپ پہلی علمی شخصیت ہیں، جنہوں نے مسائل جدیدہ پر کتاب و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسائل جدیدہ کا حل پیش کیا۔ ان کی خصوصیات میں سے میرے نزدیک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سچے عاشق رسول تھے۔ ادب و احترام، تواضع و انکساری کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اصلاح کے لیے بھی کام کیا اور جو بھی ان سے سلسلہ قادریہ نعیمیہ اشرفیہ میں مرید ہوا، ان میں سے اکثر کی زندگی پر ایسا اچھا اثر پڑا کہ انہوں نے اپنی زندگی کو احکام اسلامیہ کا پابند بنالیا۔

طریقت میں وہ حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ کے مرید تھے اور حضرت صدر الافاضل کے علم و عمل کا نمونہ تھے۔ مولانا انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت ممدوح کی ایک جامع تاریخ مرتب کی جائے، جس میں ان کی سیرت و کردار، جودت علمی، علم و عمل اور دینی علوم کی

## علم و فضل کے پیکر رعنا

ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ حامدا و مصليا و مسلما

حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی۔ آپ کا علمی تحریک، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُر خلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں، جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ان کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتا ہو۔ علم و فضل کے پیکر رعنا ہونے کے باوجود ان کی تواضع اور ان کے انکسار نے انہیں اہل علم و نظر کی آنکھوں کا تارا بنادیا تھا۔

آپ کی دینی خدمات بے شمار ہیں، ان میں آپ کا قائم کردہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا ابدان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لیے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی۔ جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے۔ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہستی جو عمر بھر ہنگامہ ہائے روزگار سے دامن کش رہی، اس نے کس طرح جدید تقاضوں کا صحیح ادراک کیا اور ان کی روشنی میں اپنی فقہانہ، دور رس بصیرت سے جدید مسائل کے ایسے حل پیش کیے، جنہوں نے جدید و قدیم دونوں طبقات کو مطمئن کر دیا اور ہر ایک کے لوح قلب پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ خدمات پر روشنی ڈالی جائے تاکہ ان کی زندگی کے وہ پہلو سامنے آجائیں جو اب تک منظر عام پر نہیں آئے۔

اساتذہ کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ جب بھی مولانا موصوف لاہور تشریف لاتے تو حضرت والد گرامی سے ملاقات فرماتے اور نذر پیش کرتے۔ کبھی کبھی بعض مسائل پر عالمانہ گفتگو بھی ہو جاتی۔ راقم پر ان کی شفقت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب کے وصال کے بعد جب بھی وہ تشریف لائے بغیر ملاقات واپس نہ جاتے۔ وہ لطف و کرم کا ایک حسین و جمیل پیکر تھے۔ دینی طلباء سے بہت محبت و شفقت فرماتے، ان کی تعلیم و تربیت کی سعی فرماتے۔

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور آپ کی عظیم الشان علمی یادگار ہے اور ایک چشمہ فیض ہے، جس سے علمی فیض حاصل کر کے ملک و بیرون ملک تبلیغ و اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے۔ فتاویٰ نوریہ بھی ان کی ایک علمی یادگار ہے، جس میں سائلین کے سوالوں کے مدلل جوابات درج ہیں۔ یہ فتاویٰ بھی نہایت موثر اور علمی معلومات پر مشتمل ہے اور تشنگان علم کے لیے سرمایہ حیات ہے۔



## صاحبِ فتویٰ و تقویٰ

شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمہ اللہ

جگر گوشہ حضرت صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ، صاحب بہار شریعت

اہل سنت ایک بزرگ عالم سے محروم ہو گئے، جن کی ساری عمر علم و فتویٰ و تقویٰ کی خدمت کرتے گزری۔ آپ ایک جید عالم، فقیہ اور بہترین مربی و مدرس و معلم تھے۔ مولانا کا جامعہ علم، محنت، لگن اور عبادت کے لیے مشہور ہے اور یہ بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ ۱۹۷۶ء میں حج کے موقع پر میرا اور حضرت کا معلم ایک تھا۔ مئی میں تین دن ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا، عرفات میں بھی ایک ہی جگہ قیام تھا۔ مولانا کے ہمراہ ہم سب لوگوں نے ان کے فتویٰ کے مطابق نمازیں ادا کیں اور ساتھ ہی دعائیں مانگیں۔





فقہ اسلامی کی برتری کا ایسا نقش ثبت کیا، جس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی۔ ہم صدق دل سے دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے دست مبارک سے لگائے ہوئے پودے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کو تابدار سرسبز و شاداب رکھے اور اس دارالعلوم کو رشد و ہدایت کا مرکز بنائے، تاکہ اس چشمہ شیریں سے تشنگان علم ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری صاحب کو عمر دراز عطا کرے اور اپنے والد ماجد کے عدیم المثال محامد و محاسن کا صحیح وارث بنائے، ان کو عمر خضر عطا فرمائے اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی روشن کی ہوئی اس شمع کو روشن رکھیں، اپنے حسن عمل اور بلندی کردار سے اس کی تابانیوں میں اضافہ کرتے رہیں۔



## اعلیٰ ترین اجتہادی صلاحیتوں کے حامل

(جسٹس) مفتی سید شجاعت علی قادری قدس سرہ العزیز، کراچی

حضرت کا علم و حلم، ورع و تقویٰ، فقاہت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں، لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ان کے قریب رکھا ہے، وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا باوصف اپنی پیرانہ سالی کے فکرِ جوان کے قافلہ سالار تھے۔ مجھے یقین ہے کہ موصوف اپنی علمی خدمات کے باعث ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

موت التقی حیاة لا انقطاع لها قد مات قوم و هم فی الناس احياء



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۱۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

## قابل رشک شخصیت

حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ  
بانی جامعہ نعیمیہ لاہور

یہ حقیقت ہے کہ حضرت فقیہ اعظم، بلا مبالغہ، بلا شبہ اس دور کے فقیہ اعظم ہیں۔ آپ کی شخصیت تمام علماء کے لیے قابل رشک ہے۔ ایک وارث رسول میں جن خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے، وہ تمام خوبیاں آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

ایک عالم دین میں بنیادی طور پر چار باتیں پائی جاتی ہیں:

- ① علم نافع و علم کامل
- ② ذوق عبادت اور عادت عبادت
- ③ صحابہ و صلحاء کا سا کردار
- ④ کمال توکل و تقویٰ

- حقیقت یہ ہے کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں یہ چاروں چیزیں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔ آپ اپنے دور کے تمام علماء میں ممتاز تھے اور اپنے دور کے کسی عالم سے کم نہ تھے۔
- دوسری بات جو اکثر علماء میں نہیں پائی جاتی، وہ ہے عبادت، کیوں کہ ایک وارث نبی کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ راہ ولایت اختیار کرے اور ولایت کا تقاضا عبادت ہے۔ علماء اس طرف کم توجہ دیتے ہیں، مگر آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ عبادت میں بھی اتنے عظیم، اتنے حاوی اور اتنے کامل تھے کہ خود بھی عبادت کا اہتمام کرتے اور طلباء کو بھی عبادت حتیٰ کہ تہجد کے نوافل کی ترغیب دیتے۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی عبادت میں مصروف رہتے۔
- تیسری چیز کردار ہے، آپ کا ایک ایک قدم سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق تھا۔
- چوتھی چیز توکل ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ پر بڑا توکل تھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جنگل میں منگل لگا دیا۔ غیر آباد جگہ پر ادارہ قائم کر کے اسے عظیم یونیورسٹی بنادیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
علم، عبادت، کردار اور توکل، یہ چار چیزیں آج کل علماء میں اکثر نہیں پائی جاتیں، مگر حضرت  
فقیہ اعظم میں بتمام و کمال پائی جاتی تھیں۔

ایک عالم دین کی یادگار چار چیزیں ہوتی ہیں:

① تصانیف

② تلامذہ

③ دارالعلوم (صدقہ جاریہ)

④ ولد صالح

ایک وارث رسول، عالم دین کا کمال یہ ہے کہ چاروں قسم کی شکل میں یادگاریں چھوڑے۔۔۔  
اس وجہ سے بھی آپ علماء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

شاگردوں کے اندر چار چیزیں ہونی چاہئیں، جو اکثر علماء کے شاگردوں میں نہیں پائی جاتیں،  
شاگرد وہ ہو جو:

① مدرس ہو

② خطیب ہو

③ مصنف ہو

④ متقی ہو

اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل تھا کہ آپ کے شاگردوں میں مدرس ہیں، آپ کے تلامذہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ  
خطیب و مقرر ہیں، مصنفین ہیں اور آپ کے فیضان سے بہرہ ور ہونے والوں میں تقویٰ ہے۔  
حضرت قبلہ فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ صاحب نعیمی تور اللہ مرتدہ اپنے دور میں  
یکتائے زمانہ تھے، اپنی علمی اور فقہی بصیرت میں بے مثال تھے۔ جس حسین و جمیل اور تحقیقی انداز میں  
بالخصوص مسائل جدیدہ کا حل فرمایا ہے، یہ انہی کا طرہ امتیاز ہے۔ حضرت فقیہ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے  
علم و عمل اور تقویٰ و ورع کی دولت سے مالا مال فرمایا، ان کے قول و فعل میں شریعت کی جھلک  
نظر آتی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول ﷺ میں گزارا۔  
حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پوری زندگی قال اللہ و قال الرسول کی صدا بلند کرتے رہے۔  
حضرت مولانا کی ذات ان تمام خوبیوں سے متصف تھی، جو کہ ایک عاشق الہی، عاشق رسول ﷺ،  
عالم باعمل، عارف، سالک اور وارث نبی میں ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ عوام کو ان کے نقش قدم پر  
چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۲۰ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

## افقہ الفقہاء

### حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی قدس سرہ العزیز

مخدوم العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی رحمہ اللہ عصر حاضر کے  
محدث ہی نہیں، بلکہ ایک صاحب طرز فقیہ اور عظیم المرتبت شیخ طریقت بھی تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ،  
معانی اور کلام وغیرہ علوم آپ کی شخصیت میں مبداء فیاض کی عنایات سے جمع تھے۔

..... اگر دیگران علماء اندا و علم العلماء بود۔۔۔ اگر دیگران فضلاء اندا و افضل الفضلاء بود۔۔۔  
لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں، لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگران فقہاء اندا و  
افقہ الفقہاء بود۔۔۔ اگر دیگران اصفیاء اندا و رئیس الاصفیاء بود۔۔۔ اگر دیگران مشائخ اند  
اوشیخ المشائخ بود۔۔۔ فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔  
ان کے فتوؤں کے اندر اجتہادی شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو ”لابد للمفتی  
ان یکون مجتہدا“ ہر مفتی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے، لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی  
اپنی شان ہے، ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور  
فقاہت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

جہاں حضرت کی حیات ظاہری میں ہزاروں علماء و فضلاء نے آپ کے چشمہ علم سے سیرابی حاصل کی،  
وہاں بے شمار لوگ روحانی طور پر بھی آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کا روحانی فیض جاری رہے گا۔  
ع ہرگز نہ میر د آں کہ دیش زندہ شد بعشق



## فقیہ العصر

شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ، فیصل آباد

مولانا محمد نور اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جید عالم و صوفی تھے، آپ کو فقہی مہارت تامہ تھی، مسئلہ کے استخراج میں بہت ماہر تھے، آپ کو فقیہ العصر کہنا حال کا مقتضی تھا۔ اس کے علاوہ دیگر فنون درسیہ میں بھی ان کی امتیازی حیثیت تھی۔ ان کے معقوان شباب میں فقیر بھی ان کے دارالعلوم میں مدرس تھا، وہ آدھی رات کو مسجد میں تشریف لے آیا کرتے تھے، اکثر میں نے ان کو نوافل میں روتے ہوئے سنا۔ یہ ان کی روحانی کیفیت تھی اور اس کے ساتھ ظاہری امتزاج بھی بڑا حسین تھا۔ آپ عموماً عمامہ پہنا کرتے تھے، کیوں کہ علم کی تعظیم عمامہ سے ”عَظُّمُوا الْعِلْمَ بِالْعِمَامِ“۔

گفتگو کے وقت بھی ذکر قلبی اور لسانی جاری رہتا تھا، جیسا کہ اہل اللہ کی شان ہے، میں نے آپ کو بہت قریب ہو کر دیکھا ہے، اہل علم کی ایسی ہی شان ہونی چاہیے۔

قدرت نے ان کو حجامن متکاثرہ سے نوازا تھا، آپ نے دین متین کی بہت خدمت کی ہے۔ ابتداء ایک مختصر گاؤں سے کی اور وہاں جامعہ (حنفیہ) فریدیہ کی اساس رکھی، پھر حالات کے اعتبار سے بصیر پور شریف قصبہ میں منتقل ہوئے، جہاں اب آرام فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور کرے اور رحمت کی بارش برسائے۔ آمین



## قائد اہل سنت

حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ  
بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

امیر شریعت، استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث والفقیر، فقیہ اعظم حضرت علامہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے بے مثل قائد اہل سنت تھے۔ جنہوں نے اپنے علم، عمل اور دینی خدمات سے قابل تقلید اور مجید العقول نقوش قائم فرمائے۔ آپ نے اپنے پیچھے ہزاروں تلامذہ، بیسیوں تصنیفات اور ممتاز مرکزی دارالعلوم صدقہ جاریہ کے طور پر چھوڑا ہے۔ آپ علماء اہل سنت کے مربی تھے، آپ کا مشن خدمت دین، اشاعت مسلک حقہ تھا۔ اس مقصد کے لیے خلوص نیت، محنت و لگن، جذبہ ایثار و قربانی اور مستقل مزاجی کا پیکر بن کر آپ نے دور دراز غیر مانوس علاقہ کے غیر آباد کھیتوں کو منتخب فرمایا اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کے عظیم سرمایہ سے سرشار اور مادی وسائل سے مستغنی ہو کر آپ نے نہ صرف علم و عرفان اور اسلامی تحقیقات کا ادارہ قائم فرمایا اور اسلامی یونیورسٹی (دارالعلوم حنفیہ فریدیہ) کی وسیع و عریض عمارت کو جدید سہولیات و ضروریات سے آراستہ فرمایا، بلکہ اس کے بیابان کو معاشرتی طور پر ملک کا قابل ذکر شہر بنایا۔

طباعت و کتابت کی سہولت نہ ہونے کے باوجود ہزاروں صفحات پر مشتمل اپنی قیمتی تصانیف ملک اور بیرون ملک لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچائیں اور پابندی سے شائع ہونے والا تحقیقی مجلہ (ماہ نامہ نور الحبیب) دیہات سے شائع کر کے شہریوں کو مستفیض فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے ملک بھر بلکہ بیرون ملک کو منظم افرادی قوت مہیا فرمائی۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ نے فقہی میدان میں بڑا امتیازی مقام حاصل کیا، جس کا منہ بولتا ثبوت فتاویٰ نوریہ ہے۔ جس سے محقق علماء دین، رہتی دنیا تک جدید مسائل کے حل کے لیے راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔



آپ نے علم کا حصول مقاصد دنیوی کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ دین حق کی تبلیغ، شریعت مصطفویٰ کا نفاذ اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح آپ کا مطمح نظر تھا۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد فارغ ہو کر نہیں بیٹھے بلکہ علم کا نور پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔ بصیر پور میں علم و عرفان کی وہ شمع روشن کی کہ جس سے ہزاروں انسانوں نے انساب نور کیا، شمع سے شمع جلی، جلتی گئی اور ان شاء اللہ قیامت تک جلتی رہے گی۔ عملی تحقیق و تدقیق کا یہ عالم کہ وقت کے بڑے بڑے علماء خوشہ چینی کرتے نظر آتے ہیں، شاید ہی کوئی عالم ایسا ہوگا جو فتاویٰ نوریہ سے استفادہ نہ کرتا ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات سے دنیا ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے۔



## خراج عقیدت

علامہ مفتی محمد معین الدین قادری شافعی رحمۃ اللہ علیہ، فیصل آباد

## بحر العلوم والفنون

شیخ الحدیث حضرت مفتی ابوالعلاء محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ، قصور

بحر العلوم والفنون، فخر الملت والدین، شیخ الاسلام فقیہ اعظم، سنیت کا بیش قیمت سرمایہ تھے۔ آپ بہت بڑے فاضل، عالم دین، استاذ العلماء اور محدث اعظم تھے۔ آپ تسلیم و رضا کے پیکر تھے۔ میں نے ان کو کوہِ علم و حلم، جامع زہد و تقویٰ اور منبع صدق و وفا پایا۔



مجھ ایسے ہیچ مدان سے یہ مطالبہ کرنا کہ میں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی عظیم شخصیت کے بارے میں کچھ عرض کروں، ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے سے سمندر کی وسعتوں اور ذرے سے آفتاب کی تابانیوں کا ذکر کرنے کے لیے کہا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز علماء عصر میں ایک بلند مقام رکھتے تھے، فقہاء زمانہ احترام سے آپ کا نام لیتے تھے۔ آپ منبر مسجد پر جلوہ فرما ہوں یا مسند تدریس پہ تشریف فرما، ہر مقام کی زینت تھے۔ اگرچہ مجھے آپ کی صحبت نشینی کا زیادہ شرف حاصل نہیں ہو سکا، تاہم جب کبھی آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، قلب و روح پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ آپ کی زیارت ”اذا مراؤا ذکر اللہ“ کا مصداق تھی، پیشانی پر عزم و استقامت کا نور تھا، نگاہوں میں فراست و تدبر کی چمک تھی، چہرے پر جلال و جمال رقضاں تھا۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز خوش اخلاق و خوش اطوار بھی تھے اور غیور و خوددار بھی، اہل فقر و مصفا سے آشنائی رہی اور اہل ثروت و دولت سے بے اعتنائی، آپ کہنے کو ہی نہیں بلکہ حقیقتاً حاوی فروع و اصول اور جامع معقول و منقول تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
کچھ عرض کروں۔ وہ مسئلہ اب مجھے یاد نہیں کہ کون سا تھا؟ لیکن میرے انکار کے باوجود اصرار فرمایا  
تو میں نے کچھ عرض کیا۔ جس پر آپ نے کمال شفقت سے میری بات کی اپنے مخصوص انداز میں  
تشریح کرتے ہوئے حاشیہ آرائی فرمائی، جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ حضرت سید صاحب قبلہ  
کے بعد میں نے ان جیسا فقیر نہیں دیکھا.....

حضرت فقیہ اعظم مسلک اہل سنت کے عظیم رہنما تھے اور حق گوئی و حق پرستی ان کا شیوہ تھا۔  
حکمرانوں کی ہیبت اور ان کا جاہ و جلال حضرت والا کو حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا اور نہ ہی  
ان کے دل و دماغ میں وقتی مصلحت کا کوئی گوشہ تھا۔ حضرت والا گونا گوں علمی مصروفیات و ضعف پیری  
اور علالت طبع کے باوجود ملکی حالات و سیاسی معاملات سے بھی الگ تھلگ نہیں رہتے تھے۔  
بھٹو کے دور میں جب نظام مصطفیٰ کی تحریک چلی تو حضرت والا نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔  
بلاشبہ حضرت والا کا وجود مسلمانان پاکستان کے لیے خصوصاً اور مسلمانان عالم کے لیے عموماً  
نعت عظمیٰ تھا۔ آپ کے علمی مقام و فہمی بصیرت کا اندازہ آپ کے فتاویٰ نور سے واضح ہے۔  
آپ نے بصیر پور میں علم کی شمع روشن فرمائی کہ اس کے انوار نے ملک کے کونے کونے کو روشن کر ڈالا۔  
اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے صاحبزادگان و  
عقیدت مندان کو آپ کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین ثم آمین



در فتاہت وجودِ نور اللہ  
اہل دیں را دلیل محکم بود  
زاں سبب در افاضل امت  
لقب او فقیہ اعظم بود

حافظ محمد افضل فقیر رحمۃ اللہ علیہ



## حق گوئی ان کا شیوہ

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ

سید الفاضل، استاذ العلماء والفقہاء حضرت قبلہ ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ایک چوٹی کے فقیہ،  
بلکہ اپنے زمانہ کے فقیہ اعظم تھے۔ راقم نے جب قبلہ کی متعدد بار زیارت کی، واقعی وہ علم و عمل کے پیکر تھے۔  
راقم ملتان کی مرکزی درس گاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں استاذ الحدیث و مفتی کی حیثیت سے  
خدمات انجام دیتا تھا، بعض لوگ حضرت کے فتاویٰ تصدیق کے لیے میرے پاس لاتے تھے،  
ان فتاویٰ سے آپ کی فہمی بصیرت واضح ہوتی تھی۔ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ کے ایک عظیم الشان عالم،  
ایک عظیم الشان محقق اور ایک عظیم الشان علامہ و فہامہ تھے۔ جب کبھی حضرت سے ملاقات ہوئی  
تو ہمیشہ میں نے آپ کو متواضع پایا۔ ان میں انانیت، تکبر اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔  
حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا جیسے اسم گرامی ”نور اللہ“ تھا، واقعی ان میں علم و فضل کا نور چمکتا تھا۔

راقم ایک مرتبہ مدرسہ حزب الاحناف میں بیٹھا تھا اور سید صاحب قبلہ سے شرف نیاز حاصل کر رہا تھا  
کہ اس دوران حضرت قبلہ تشریف لائے اور کسی مسئلہ پر دونوں بزرگوں میں گفتگو ہوئی تو کمال شفقت سے  
حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ کیوں خاموش ہیں، آپ بھی اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔  
میں نے عرض کی، حضرت! میں دونوں بزرگوں کی علمی و فہمی گفتگو سے محظوظ ہو رہا ہوں اور میں  
استفادہ کر رہا ہوں اور اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ دونوں بزرگوں کے ہوتے ہوئے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
ہمارا دور، جہالت اور دین فروشی میں ہر روز آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا ہے، اجتہادی صلاحیتیں رکھنے والے علماء اور نابغہ روزگار ہستیاں دنیا سے اٹھتی جا رہی ہیں۔ تو حضرت ﷺ نے جواباً حضرت فقیہ اعظم اور شیخ القرآن عبد الغفور ہزاروی کا نام لے کر ارشاد فرمایا تھا کہ یہ لوگ ہمارے دور کے عبقری ہیں۔ اسی زمانے سے شوق تھا کہ حضرت فقیہ اعظم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا جائے لیکن مراد بر نہ آئی اور حضرت کا انتقال ہو گیا۔

علمی سلسلوں میں سب سے زیادہ مشکل، پیچیدہ، اذوق اور دشوار کام افتاء نویسی کا سمجھا جاتا ہے۔ متمائل جزئیات سے اخذ احکام، متفاوت احکام سے تباہ ثمرات تک رسائی اور تھوڑے تھوڑے فرق رکھنے والے احکام سے دور دور کے مسائل تک پہنچ جانا، ہر عالم، ہر مدرس اور ہر فاضل کا کام نہیں ہوتا۔ اس عظیم کام کے لیے کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ ”تفقیہ فی الدین“ کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور وہ تمام صلاحیتیں عطا فرما دیتا ہے، جس سے ”علوم و معارف“ کی حقیقت تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ ایشیائی ممالک میں مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے بعد جن لوگوں نے نہایت احتیاط، تقویٰ، رسوخ فی العلم اور عمیق فکر سے اس کام کو نبھایا، ان میں حضرت فقیہ اعظم ﷺ کا نام نہایت نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کی تحریریں جامع اور مانع ہوتی ہیں، آپ کے فتوے ژرف نگاہی کی بہترین دلیلیں ہوتے ہیں، آپ کے رسالے عشق رسول کی بہاریں رکھتے ہیں، آپ کے فیصلے مدبر مقننین کی سوچوں کے حامل ہوتے ہیں، آپ کے رشحات قلم بتاتے ہیں کہ آپ فیصلہ کر کے دلائل اکٹھے کرنے کے قائل نہ تھے، بلکہ دلائل دیکھ کر فیصلہ سنانے کے عادی تھے۔ اگر آپ کی زندگی میں ہمارے ملک کے اندر اسلام نافذ ہو جاتا تو یقیناً آپ کے فیضان کا سلسلہ وسیع ہو جاتا، لیکن ایک معصوم خواہش اور تمنائان کے سینے میں رہ گئی اور وہ خود اس دنیا سے چل بے۔ حضرت اپنی سوچوں کے لیے ایک بہترین محرک بھی تھے اور آپ کا یہ جذبہ لائق صدر رشک ہے کہ وہ الفاظ ہی سے جہان تعمیر کرنے کے قائل نہ تھے، بلکہ عمل اور حرکت کے میدان میں ”نظام مصطفیٰ“ کا فیضان دیکھنا چاہتے تھے۔ اللہ ہم سب کو ان کی نیکیاں اور صالحات اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



## بحر علوم و معارف کے شناور

علامہ سید ریاض حسین شاہ  
ڈائریکٹر ادارہ تعلیمات اسلامیہ  
ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان

وہ لوگ جن کے قبضہ کار میں ”لوح و قلم“ تقدیر بن کر رحمتوں کی روشنیاں بکھیریں اور روشنیوں کی رحمتیں برسائیں، سعادت مند ہوتے ہیں، لیکن اس سعادت تک رسائی، ستاروں پر کند ڈالنے سے کم مشکل نہیں ہوتی۔ راتوں کو رخش برق کی سواری دینی پڑتی ہے اور دنوں کے پاؤں میں جہد مسلسل کی بیڑیاں ڈالنا پڑتی ہیں اور پھر یہ کارگراں اپنی ثقالت اور وزن میں مزید اضافہ کر دیتا ہے، جب کسی ایسے عنوان پر لکھنا پڑ جائے جس کے بارے میں معلومات ”ابجد“ سے بھی تجاوز نہ کرتی ہوں۔ حضرت فقیہ اعظم ﷺ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے جلیل قدر علماء میں ہوتا ہے، لیکن بد قسمتی کہ ہمارے لیے وہ گہرا دیدہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بس اتنا یاد ہے کہ ایک موقع پر اپنے استاذ محترم شیخ الحدیث و انشیر مولانا احمد دین سلطان پوری سے ہم نے شکوہ کرتے ہوئے عرض کی تھی کہ

## آبروئے ملت اسلامیہ

علامہ سید محمد محفوظ الحق شاہ مدظلہ

حضرت مخدوم العلماء، شیخ الاصفیاء، قدوة الافاضل، وجہ معظم، فقیہ اعظم حضرت علامہ ابوالخیر مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی قادری قدسنا اللہ بسرہ النوری فی الحقیقت ایسے یگانہ روزگار عالم ربانی تھے کہ انہیں حجۃ الاسلام اور قبلۃ الانام ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اسی لیے ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل میں عوام تو عوام اکابر امت بھی آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ جیسا کہ فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور زمانہ شاہد ہے کہ آپ کے قلم حقیقت رقم نے جدید اور پرہیز مسائل میں ملت کی صحیح راہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ حالات و حوادث نے قد آور باب علم و فضل کی تحقیقات کے سامنے گویا ایک ہمالیہ کھڑا کر دیا، لیکن سیدی فقیہ اعظم رحمہ اللہ کی مومنانہ فراست اور خدا داد بصیرت و فقاہت کے آگے ایک رائی سے زیادہ وقعت نہ پاسکا اور آپ نے جدید مسائل کو سلجھانے میں مٹی برحق و صداقت فتاویٰ لکھا۔ جانے کتنے تذبذب کے شکار ذہنوں میں صداقت اسلام کا نقش گہرا کر دیا اور اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح فرما دیا کہ ماضی، حال اور مستقبل کے تمام مسائل کا حل نبی رحمت، شفیع امت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کے دامن کرم میں موجود ہے۔

**عشق رسول --- آپ کا طرہ امتیاز**

آپ کا طرہ امتیاز وہ مہارت نہ تھی جو کہ آپ کو علوم و فنون میں حاصل تھی، وہ شان فقاہت نہ تھی

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 31 June 2011

وقت کے تقاضوں کی تکمیل...



ہمرد ایک صدی سے زیادہ صرف آپ کے دکھ اور تکلیف میں فرحت و تسکین بخش رہا ہے بلکہ آپ کا ہوم اور خیر خواہی ہے۔ انسانیت کی خدمت اور پرورش کے لئے نہایت وسیع اقسام کی بریل اور مٹی مصنوعات موجود ہیں، جو بحث بخش ہونے کے ساتھ شفا بخش بھی ہیں۔

ہمرد اس دور کے تقاضوں کی تکمیل، ترقی یافتہ مائیتی طریقوں کی مدد سے کرنے کے لئے کرم کار ہے۔

صحید انسانی کی بقا اور بیماریوں کے اس خطر کے ساتھ ساتھ "ہمرد" نے انسان دوست ادارے کی حیثیت سے تعلیم اور ثقافت کے فروغ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔



ہمرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان

ISO 9001:2008 & ISO 22000:2005 CERTIFIED

Al-Maqeed, Hamard Centre, Nizamabad No. 3, Karachi-74600, Pakistan. Tel: (+9221) 36618001-4, Fax: (+9221) 36611755. Email: headoffice@hamard.com.pk. Website: www.hamard.com.pk

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۳۰ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ  
جس کی برکت سے آپ نے ملت اسلامیہ کو درپیش گھمبیر مسائل کو جنبش قلم سے حل فرمایا۔  
منقولات و معقولات کی تعلیم و تدریس نہ تھی، جس میں آپ کو امامت کا منصب حاصل تھا۔  
وہ مرکزیت اور مرجعیت نہ تھی جس کی وجہ سے تشنگان علوم دینیہ اور شفیقگان جذبات روحانیہ  
آپ کی خدمت میں کھنچے چلے آتے تھے، بلکہ حبیب رب العالمین، قائد الانبیاء و سید المرسلین ﷺ  
کی ذات پاک کے ساتھ وہ والہانہ عشق تھا جو آپ کے قلب کی گہرائیوں پر قابض و متصرف تھا۔  
جو آپ کے روگئے روگئے سے چھلکتا تھا اور اسی خسرو عشق نے آپ کو ہزار ہزار خوبیوں سے نوازا تھا،  
جن میں سے چندا پر بیان ہوئی ہیں اور یہ عظیم نعمت عشق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو  
اپنے اسلاف اور اساتذہ کرام اور خصوصاً اپنے شیخ کریم، صدر الافاضل، حضرت مفسر قرآن کریم،  
محافظ اہل سنت حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ سے ملی تھی۔ چنانچہ جسے بھی  
محفل ذکر مصطفیٰ ﷺ میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اس نے برملا دیکھا کہ  
شب بیداری کے حسن سے معمور آپ کی آنکھوں سے جواہر اشک گر رہے ہیں اور ان میں  
مزید چمک اس وقت پیدا ہو جاتی جب نعت خواں یا واعظ، مدینہ عالیہ کا ذکر اور دیار حبیب علیہ السلام  
کے شب و روز بیان کرنا شروع کر دیتا۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما  
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

### ولی کامل کا تبرک

بندہ ناچیز کو حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ کا حقیقی تعارف مفتی اہل سنت، آقائے نعمت، استاذ مکرم  
حضرت مفتی ابوالتمیز مولانا محمد عبدالعزیز رحمہ اللہ الگوی شیر محمدی نقشبندی مجددی بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ  
احیاء العلوم عظیم آباد پورے والا کی زبان فیض ترجمان سے سن کر ہوا اور وہ اس طرح کہ گرمی کا موسم تھا  
اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد مدرسہ عربیہ احیاء العلوم عظیم آباد پورے والا کے صحن میں راقم الحروف  
اور برادر گرامی صاحبزادہ سید محمد عبدالخالق شاہ صاحب مدظلہم سبق یاد کر رہے تھے کہ حضرت استاذ محترم  
قدس سرہ العزیز کو ملنے کے لیے ایک وجہ بزرگ، سادہ اور سفید لباس میں ملبوس سر پر سفید ستار شریف  
رکھے ہوئے تشریف لائے۔ مسلسل بیمار رہنے کی وجہ سے اور انتہائی کمزوری کے باوجود حضرت  
استاذ محترم نے جس ادب و احترام کے ساتھ استقبال کیا، گلے ملے اور مہمان محترم کو بٹھایا،  
اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ میزبان اور مہمان کے درمیان ایک پاکیزہ ماضی کے مقدس رشتے  
استوار ہیں، جن پر عرصہ دراز گزرنے کے باوجود سردمہری کی دھول نہیں پڑی۔ صدی کے ٹٹ  
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۳۲ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود مجھے آج بھی یاد ہے کہ مہمان محترم کو موسیٰ مشروب دودھ سوڈا  
پیش کیا گیا۔ تجسس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مہمان محترم آبروئے ملت اسلامیہ حضرت فقیہ اعظم  
مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی ہیں۔ آپ دربار عالیہ شیخ محمد فاضل رحمہ اللہ کے خطیب اور امام  
مولانا زید احمد صاحب نوری رحمہ اللہ جو کہ آپ کے شاگرد رشید اور وابستہ حلقہ ارادت تھے، کی دعوت پر  
شیخ فاضل جارہے تھے۔ آپ کچھ دیر سستائے اور پھر آپ کو ادب و احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔  
بعد ازاں حضرت استاذ محترم نے خادم کو حکم دیا کہ باقی ماندہ مشروب میں پانی ملاؤ اور ظاہر ہے کہ  
دودھ سوڈے میں پانی ملاؤ تو سب جاذبیت اور ذائقہ ختم۔ مگر ایسا کیوں کیا گیا؟ یہ راز اس وقت کھلا  
جب مدرسہ میں موجود طلباء کو بلایا گیا اور حضرت شیریدیشہ اہل سنت سیدی استاذ محترم رحمہ اللہ نے  
چھلکتی آنکھوں کی گواہی کے ساتھ فرمایا کہ یہ پانی پیو۔ ایک دلی کامل کا تبرک اور پس خوردہ ہے۔  
اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں علم نافع عطا فرمائے گا۔

### عظیم محسن

ایک نابخر روزگار عالم دین محافظ ناموس مصطفیٰ ﷺ اور مفتی اعظم اہل سنت حضرت مولانا  
مفتی محمد عبدالعزیز رحمہ اللہ کا اپنے معاصر کا اس قدر ادب اور تعظیم کرنا، نیز عقیدت کی گہرائیوں تک  
متاثر ہونا، حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ کی عظمت کے تجسس کے لیے کافی بہانہ تھا۔ اسی وقت یا کسی اور  
موزوں وقت پر ہم نے حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ سے حضرت ممدوح کی شخصیت کے متعلق پوچھا،  
تو فرمایا کہ حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمہ اللہ فنون میں میرے ہم سبق ہیں، ہم مدرسہ فقیہہ اچھرہ لاہور میں  
اکٹھے پڑھتے رہے ہیں، لیکن ان کا مجھ پر اتنا احسان ہے کہ میں قیامت تک اس کا بدلہ نہیں دے سکتا۔  
میں کفر قسم کا غیر مقلد تھا، فنون کی تکمیل کے لیے اس مدرسہ میں داخلہ لیا۔ مولانا محمد نور اللہ صاحب  
اور میرے درمیان ہم سبق ہونے کے ناتے برادرانہ مراسم قائم ہو گئے۔ ہم ایک دوسرے کے  
عقیدے کی بحث میں نہیں پڑتے تھے۔ تکمیل فنون کے بعد دورہ حدیث شریف کے لیے میں نے  
غیر مقلدوں کی طرف رجوع کرنے کا فیصلہ کیا، لیکن دیرینہ مراسم محبت کی بنا پر آپ آڑے آئے  
اور مجھے مجبور کیا کہ دورہ شریف یہاں لاہور میں مدرسہ حزب الاحناف واقع اندرون دہلی دروازہ  
پڑھا جائے، کیوں کہ اس وقت امام اہل سنت شیخ الحدیث ابو محمد سید دیدار علی شاہ صاحب مشہدی  
قادری نقشبندی رضوی رحمہ اللہ کے دورہ شریف کی برصغیر میں دھوم تھی اور آپ کی سند حدیث بھی  
ارفع و اعلیٰ تھی۔

چوں کہ اس وقت میں بدعقیدگی کا شکار تھا، لہذا میں نے بڑی ڈھٹائی اور تلخی کے ساتھ انکار کر دیا۔



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
مولانا میری تلخ و ترش گفتگو کو بڑے حوصلے اور بردباری کے ساتھ برداشت فرماتے رہے، اور  
یہاں گلوگیر آواز کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ اگر اس وقت مولانا نور اللہ صاحب بردباری سے کام نہ لیتے  
اور میری تلخ نوائی کی بنا پر مجھے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے تو میں ہمیشہ کے لیے محروم ہدایت رہتا،  
میرے ایمان اور استقامت کا سہرا حضرت مولانا کے سر ہے۔ آخر مجھے آپ کے مشفقانہ اصرار کے سامنے  
ہتھیار ڈالتے ہی بنی اور میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ آپ حزب الاحناف پہنچے اور حضرت  
محدث الوری سید دیدار علی شاہ صاحب رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مدرسہ حزب الاحناف سے عرض کی کہ  
ایک وہابی طالب علم ہے، جو کہ علوم و فنون میں مہارت رکھتا ہے، اسے یہاں دورہ حدیث پڑھنے کے لیے  
داخلہ عطا فرمائیں، ہو سکتا ہے کہ آپ کی نگاہ کرم سے اسے ہدایت حاصل ہو جائے۔ دراصل  
حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب میری ناز برداریاں صرف اور صرف میری اصلاح اور ہدایت کے لیے  
فرماتے رہے۔ حضرت امام العرفاء سید دیدار علی شاہ صاحب رحمہ اللہ جنہیں تمام طلباء ”اباجی“ کے  
شفقت بھرے نام سے پکارا کرتے تھے، نے فرمایا کہ اسے یہاں لے آئیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو  
اس کی ہدایت منظور ہے تو کام بن جائے گا۔ چنانچہ میری زندگی میں وہ لمحہ سعادت بھی آیا،  
جب مجھے حزب الاحناف میں مولانا کی محنت اور سفارش کی وجہ سے داخل مل گیا۔

طلباء میں نوک جھونک تو ہوتی رہتی ہے اور جب یہ خبر عام ہو گئی کہ ایک وہابی دورہ حدیث میں  
داخل ہے، تو مجھ سے مسائل اختلافیہ میں تکرار شروع ہو گئی۔ لیکن مولانا محمد نور اللہ صاحب کبھی نہیں  
الجھتے تھے۔ کیوں کہ طلباء مجھے پریشان کرنا چاہتے تھے، جب کہ آپ میرے راہ راست پر آنے کے  
منتظر تھے۔ کتابی علم کی حد تک میں اکثر غالب رہتا۔ آخر حضرت اباجی رحمہ اللہ نے طلباء کو مجھ سے  
الجھنے سے سختی سے منع فرمادیا، حتیٰ کہ میں حضرت سیدی اباجی رحمہ اللہ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا،  
لیکن آپ عالی حوصلگی اور وسعت ظرفی کے ساتھ سوال اور انداز سوال کو برداشت فرماتے،  
جواب دیتے اور جب تک مطمئن نہ ہو جاتا آگے نہیں چلتے تھے اور یوں یہ سلسلہ جاری رہا اور استاذ مکرم  
حضرت اباجی رحمہ اللہ کے پر مغز اور تحقیقی بلکہ عشق سید عالم رحمہ اللہ سے معمور و منور ارشادات کی بدولت  
گمراہی کے بادل چھٹتے گئے۔ ادھر دورہ شریف کی تکمیل ہوئی، سند و دستار فضیلت عطا فرمائی اور  
ساتھ ہی خزاں رسیدہ دل عشق محبوب رحمہ اللہ کا بہارستان بن چکا تھا۔ یہ حضرت مولانا کی ترغیب و  
رفاقت کا نتیجہ، حضور اباجی رحمہ اللہ کی تعلیم و تدریس کی برکت تھی اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا مجھ پر  
فضل و کرم تھا۔ یاد رہے یہ وہی مولانا عبدالعزیز ہیں، جن کا ذکر ”فیض نظر“ کے عنوان سے  
اس پمفلٹ میں آ گیا ہے جو کہ جامعہ حسنا العلوم مسجد وزیر خاں لاہور کے شعبہ تبلیغ کے

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۳۳ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
زیر اہتمام شائع ہوا ہے، جس میں حضرت امین الحسنات مولانا غلیل احمد شاہ صاحب قادری رحمہ اللہ نے  
امام اہل سنت سید دیدار علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سوانح حیات اختصار کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

### مسئلہ لاؤڈ سپیکر پر آپ کا فتویٰ

جذبہ تشکر و امتنان ہی کا اثر تھا کہ استاذ محترم قدس سرہ، حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ کی تحقیقات سے  
اختلاف نہیں فرماتے تھے۔ علم و فضیلت کا بحر زار ہونے کے باوجود حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ کے قلم  
حقیقت رقم سے صادر شدہ ہر فتوے کو تسلیم فرماتے تھے، حتیٰ کہ جب آپ نے لاؤڈ سپیکر پر نماز کے  
جواز کا فتویٰ دیا اور یہ فتویٰ چھپ کر ملک کے اطراف و اکناف میں پھیلا اور اختلاف کی لہر اٹھی تو  
حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ نے نہ صرف بھرپور تصدیق فرمائی بلکہ فرمایا کہ بہت اچھا ہوا کہ  
حضرت مولانا نے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا، ورنہ یہ فتویٰ میں لکھتا، لیکن اب اس کی ضرورت نہیں۔  
آپ نے جو لکھا ہے، وہ ہی کافی ہے۔

کسی جامع شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو ہمہ وقت حاضر باش اور اہل علم و قلم ہی بیان کر سکتے ہیں،  
جب کہ مجھے ان میں سے کوئی شرف بھی حاصل نہیں۔ البتہ بندہ ناچیز کے چند ایک ذاتی مشاہدات ہیں  
جنہیں ضبط تحریر میں لانا باعث سعادت سمجھتا ہوں۔

### تربیت کا شان دار ماحول

جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیرپور میں تعلیم کے ساتھ حسن تربیت کے اپنے بیگانے سب معترف ہیں۔  
طلباء میں نماز باجماعت ادا کرنے کا شعور، حتیٰ کہ بندہ ناچیز نے صدر المدرسین، مدرسین اور  
صاحبزادگان کی بعد از نماز حاضری لگانے کا روح پرور نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اندازہ کیجیے  
کہ تربیت کے جس جان دار ماحول میں اساتذہ کرام محاسبہ سے مستثنیٰ نہ ہوں، وہاں طلباء  
کب بے اعتمادی کر سکتے ہیں۔

### اصلاح بھی، دل جوئی بھی

رب کریم جن نفوس قدسیہ کو امت کی اصلاح و تربیت کے لیے مامور فرماتا ہے، انہیں وہ تمام صلاحیتیں  
عطا فرماتا ہے جو کہ اس منصب پر فائز ارباب فضیلت کے لیے ضروری ہوں۔ چنانچہ حضور نبی کریم رحمہ اللہ  
کے متبع میں مصلحین امت کے لیے حکم خداوندی ہے:

قُلْ لَهُمْ فِيْ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا لَّيْلًا --- [النساء: ۶۳]

”موثر انداز میں بات کرو جو کہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر جائے“ ---

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
 حضرت فقیر اعظم رحمہ اللہ کا انداز اصلاح کس قدر موثر اور مفید تھا، اس کی وضاحت کے لیے  
 ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ چوں کہ دارالعلوم کی جامع مسجد میں حضرت رحمہ اللہ کے زیر اہتمام  
 ہر گیارہویں شریف کے موقع پر جلسہ ہوتا تھا، جس میں انتخاب کے مطابق خطباء اہل سنت کو  
 وعظ کے لیے بلایا جاتا۔ ایک مرتبہ مجھے اس پروگرام میں وعظ کے لیے بلایا گیا۔ حسب الحکم بندہ نے  
 حاضری اور وعظ کا شرف حاصل کیا۔ اوّل سے آخر تک سارے پروگرام میں حضرت بنفس نفیس  
 تشریف فرما رہے۔ بندہ نے دوران وعظ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا مقوقس شاہ مصر  
 کے دربار میں حضور ﷺ کے نامہ مبارک لے جانے کا واقعہ بیان کیا اور وہاں آپ کی جرأت اور  
 استقامت بیان کی۔ نیز مقام حدیبیہ میں صحابہ کرام کا حضور علیہ السلام کے غسالہ وضو مبارک کا  
 بطور تبرک لینا بیان کیا۔ صلوة وسلام اور ختم شریف ہوا۔ آج گیارہویں شریف کا لنگر قلیاں تھیں،  
 جو کہ خالص دودھ سے پیشل تیار کروائی گئی تھیں اور یوں اس میٹھی چیز کی یاد تازہ ہو گئی جسے مدینہ عالیہ کے  
 علماء و مشائخ نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی نور اللہ مرقدہ کی خصوصی ضیافت میں  
 رضا الوالدین کے نام سے پیش کیا تھا۔

اگلی صبح مجھے اپنے پاس بلایا، اس وقت آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ  
 کے مزار شریف کے پاس تشریف فرما تھے۔ یہیں دورہ شریف کے اسباق ہوتے تھے۔ محفل میں موجود  
 خدام کو جانے کی اجازت دے دی۔ جب آپ کی خدمت میں میں اکیلا رہ گیا تو زرقانی شریف کی  
 ایک جلد جو پہلے ہی منگوا رکھی تھی، اٹھائی اور وہ باب نکالا، جہاں ۷ھ میں مقوقس شاہ مصر کے پاس  
 حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا نامہ مبارک لے کر جانے کا واقعہ درج ہے۔ چوں کہ علامہ عبدالباقی زرقانی  
 شخصیات کے تراجم کے ساتھ ساتھ اسماء کے ضبط پر بھی بحث فرماتے ہیں، بنا بریں گزشتہ شب کی  
 وعظ کی تحسین فرمائی، دعاؤں سے نوازا اور اس کے بعد فرمایا کہ آپ نے شاہ مصر کے نام کے ضبط میں  
 غلطی کی ہے اور اس کی وضاحت کے لیے زرقانی شریف میری طرف بڑھادی۔ جہاں مقوقس  
 (میم پر پیش، پہلے قاف پر زبر اور دوسرے قاف کے نیچے زیر) درج تھا، جب کہ میں نے بار بار  
 مقوقس (میم پر زبر، پہلے قاف پر پیش اور دوسرے قاف کے اوپر زبر کے ساتھ) کہا تھا۔ یہ تو تھی  
 لفظی اصلاح۔ پھر فرمانے لگے کہ آپ نے صلح حدیبیہ کے تذکرے میں عروہ بن مسعود ثقفی، جو کہ  
 ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے، کے وہ تاثرات بیان کیے جو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے دربار کی  
 عظمت کے متعلق قریش کے سامنے بیان کیے اور یہاں یہ کہا تھا کہ جب عروہ مقام حدیبیہ سے

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیرپور شریف ﴿ ۳۶ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
 واپس آئے تو اس وقت سرداران قریش جن میں ابو جہل بھی شامل تھا، مکہ شریف میں منتظر تھے کہ  
 عروہ واپس آ کر کیا بیان کرتے ہیں۔ یہاں تاریخ کے اعتبار سے غلطی ہوئی ہے، کیوں کہ صلح حدیبیہ  
 ۶ھ کا واقعہ ہے، جب کہ ابو جہل لعین غزوہ بدر میں قتل ہو چکا تھا، جو کہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔

کیا وسعت نظر ہے کہ بیک وقت ذکر شہ لولاک رحمہ اللہ سن کر خوش بھی ہو رہے ہیں اور  
 ساتھ ہی ساتھ الفاظ کے ضبط اور تاریخی باریکیوں پر بھی نظر ہے اور یہ بھی فرمایا کہ گرچہ ایسی فروگزاشتیں  
 اتنی قابل توجہ نہیں لیکن محافل میں چوں کہ اپنے بیگانے بھی ہوتے ہیں، اس لیے احتیاط مناسب ہے۔  
 اصلاح بھی ہو رہی ہے اور دل جوئی بھی۔ میری حیثیت تو حضرت کے خدام اور تلامذہ سے بھی  
 درجوں فروتر ہے، اگر بطور نصیحت فرمادیتے تو میری سعادت تھی، لیکن کتابیں منگوائیں۔ مذکورۃ الصدر  
 مسائل سے متعلق صفحات نکالے، دکھائے اور پھر وضاحت فرمائی۔ دوران وعظ نہیں ٹوکا، شرکائے محفل  
 کی موجودگی میں بھی نہیں سمجھایا کہ کہیں ذہن کے غیر پختہ ہونے کی وجہ سے سبکی محسوس نہ ہو۔

ع یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

## آل رسول کا ادب

اب واپسی کا ارادہ ہوا تو مسند شریف سے اٹھ کر مشایعت کے لیے مدرسہ کے غربی گیٹ سے  
 باہر تک تشریف لائے۔ بس سینڈ تک پہنچانے کے لیے سواری کی ضرورت تھی اور بموجب ع:

کار ساز ما بفکر کار ما

ایک گھوڑی سوار دھڑا نکلا۔ حضرت کو دیکھ کر نیچے اترا آیا، سلام عرض کیا۔ جواب سلام کے بعد  
 آپ نے اسے حکم دیا کہ شاہ صاحب کو اڑے پر چھوڑ آؤ۔ مجھے گھوڑی پر سوار کرانے کے لیے  
 دوسری طرف سے رکاب اپنے مبارک ہاتھوں سے تھام لی۔ یا اللہ! تیری شان، نہ جائے ماندن،  
 نہ پائے رفتن۔ خدام عرض کر رہے ہیں کہ یہ خدمت ہم سرانجام دیتے ہیں، آپ تکلیف نہ فرمائیں۔  
 میں انتہائی ندامت میں ہوں کہ آپ رکاب نہ تھامیں، لیکن سب کو پیچھے ہٹا دیا کہ میرے مہمان ہیں،  
 آل رسول (علیہ السلام) ہیں، یہ میرا ہی کام ہے اور مجھے سوار ہونے کا حکم دیا۔ الامر فوق الادب۔  
 اوریوں ندامت اور عقیدت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ واپسی ہوئی۔

## اصلاح باطن

ظاہری اصلاح کے ساتھ ساتھ باطنی اطوار کی درستی بھی فرماتے تھے اور یہ حقیقت اپنی جگہ  
 مسلمہ ہے کہ بادشاہوں کے پاس جاؤ تو لباس درست رکھو اور اہل اللہ کے حضور حاضری ہو تو دل کو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
درست رکھو، کیوں کہ:

بندگانِ خاصِ علام الغیوب

در جہان جاں جوایس القلوب

اور اس حقیقت کا مشاہدہ حضرت فقہ اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کے وقت مجھے یوں ہوا کہ جامعہ کے سالانہ جلسہ میں حسب الحکم دوپہر کی گاڑی سے بصیر پور پہنچا۔ دارالعلوم پہنچ کر سلام مسنون اور زیارت کا شرف حاصل کیا۔ بورے والا کے مضافات سے اور بھی وابستگان عقیدت اور فضلاء دارالعلوم اسی گاڑی سے حاضر ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک مولانا صاحب مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ اسی گاڑی سے آئے ہیں؟ ان کا مقصد یہ تھا آئے تو ایک ہی گاڑی سے ہیں مگر راستے میں ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے جواباً کہا کہ میں (اس وقت کے) انٹرکلاس میں بیٹھا تھا۔ میرے اس بر ملا جواب اور انداز جواب سے ترفع کی جھلک دکھائی دیتی تھی کہ آپ نے عام درجے میں سفر کیا ہے جب کہ میں نے اونچے درجے کی بوگی میں سفر کیا۔ حضرت نے فوراً سبقت فرمائی اور مجھے فرمایا کہ اچھا ہوا آپ نے انٹرکلاس میں سفر کیا، اس لیے کہ عام درجے کے ڈبوں کے مقابلے میں انٹرکلاس میں نسبتاً رش کم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے سکون رہتا ہے اور آدمی سوئی سے یاد خدا میں مصروف رہتا ہے۔ سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر

جس وسیلہ سفر کو میں نے غلطی سے ترفع کے لیے استعمال کر کے لمحات سفر اور اس دورانیے کو معنوی فساد کی نذر کر دیا تھا، آپ نے فوراً اصلاح فرمائی، جس سے ہر لمحہ سفر کو نور علی نور بنانے کا قرینہ سمجھ میں آ گیا۔ یہ بات صرف فہمائش و تلقین کی حد تک نہ تھی بلکہ آپ کے معمولات شریفہ میں داخل تھی۔ ریل گاڑی میں سفر کے دوران قرآن کریم کی تلاوت جاری رہتی۔ مدینہ عالیہ کے سفر میں جب پرواز شروع ہوتی تو دلائل الخیرات کا ورد شروع فرمادیتے اور شہر کریم پہنچنے تک دلائل الخیرات مکمل پڑھ لیتے، جیسا کہ آپ کے شریک سفر خدام نے بیان فرمایا ہے۔

## شرعی اقدار

نبی و انداز حیات ہے جس سے ایک مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے اور اسی میں دائمی ذکر کا راز ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات میں ہے:

”ہر عملے کہ بروقی شریعت غرا کردہ آید داخل ذکر است اگر چہ بیج و شرا بود“۔۔۔

ہر کام میں حدود شریعہ کا احترام اور نقوش شریعہ کا التزام ایک سالک کی متاع بے بہا ہے۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۳۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
در اصل یہ احترام و التزام فرع ہیں اور ان کی اصل حب محبوب خدا ﷺ اور آپ کی ذات پاک سے والہانہ عشق ہے۔ یہ محبت جس قدر گہری ہوگی، اسی قدر شرعی اقدار سے وابستگی مضبوط ہوگی، کیوں کہ شریعت اسلامیہ حقیقت میں حبیب رب العالمین ﷺ کی اداؤں کا نام ہے اور محبت اس قدر زور آدرحاکم ہے کہ محبت اپنے محبوب کی مخالفت تو کیا کرے گا، ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ مکتوبات امام ربانی قدس سرہ میں ہے:

”محبت دیوانہ محبوب است تاب مخالفت ندارد“۔۔۔

احکام شریعہ میں حقوق العباد کی اہمیت ”اَنْ اَشْكُرْ لِيْ وَ لِكُلِّ اِدْنٍ لِّكَ“ سے ظاہر ہے کہ حق اللہ کے ساتھ فوراً حق العباد کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں حضرت فقہ اعظم رحمہ اللہ کے احساسات کس قدر نازک اور بیدار ہیں، میرا ایک مشاہدہ ہے کہ جامعہ فریدیہ ساہیوال کا سالانہ جلسہ گول چکر کی جامع مسجد میں ہو رہا تھا، بعد ظہر کی نشست میں راقم الحروف وعظ کر رہا تھا، جب کہ صدارت کی مسند پر حضرت فقہ اعظم نور اللہ مرقدہ رونق افروز تھے۔ دوران وعظ ایک خادم نے آ کر حضرت کے کان میں کچھ کہا، آپ فوراً تشریف لے گئے۔ جلسہ جاری رہا اور چند لمحوں کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے اور آپ نے بھری محفل میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ مدینہ عالیہ کی حاضری کے لیے ویزے کی کوشش ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں اوپر دفتر میں ٹیلی فون آیا تھا۔ میں سننے کے لیے گیا تھا مگر جلدی میں کسی دوست کا جوتا اس کی اجازت کے بغیر پہن لیا، اس لیے میری درخواست ہے کہ وہ جوتا جس کا بھی ہو خدا را وہ مجھے معاف کر دے، کیوں کہ میں نے مالک کی اجازت کے بغیر اس کی ملک میں تصرف کیا۔ بظاہر بات معمولی تھی، عام طور پر اسے چنداں محسوس بھی نہیں کیا جاتا، لیکن بات وہی ہے کہ یہ ادائے حبیب ﷺ کی خلاف ورزی ہے، جب کہ محبت میں اتنی سخت نہیں کہ مخالفت محبوب کی جرأت کرے۔

## قدسی حقائق کا ظہور

زمین زرخیز ہو، بیج اعلیٰ قسم کا ہو اور کسان بیدار مغز ہو، تو کاشت کے نتیجے میں اندرون زمین مخفی خزانے بڑی فیاضی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مرد مومن کا قلب سلیم ہو، اس میں عشق شہ خوبان عالم ﷺ کا چراغ روشن ہو اور اہل اللہ کی نگاہ کرم ہو، تو ایسے قلب مقدس سے قدسی حقائق کا ظہور ہوتا ہے، جو کہ حقیقت میں عطیہ خداوندی ہوتا ہے اور اسی کو شرح صدر کہتے ہیں۔ ایسا دل خزیہ حقائق ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہیں سے مسائل کی راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ سے یہی حقیقت سامنے آتی ہے۔ ایک محفل میں حضرت فقہ اعظم رحمہ اللہ سے درخواست کی گئی کہ آپ

## وہ محدث، وہ فقیہ باکمال

اے جمالِ بوحفیہ ، پرتوِ احمد رضا!

صادقِ عشقِ رسالت ﷺ ، کاملِ عشقِ خدا

محورِ اہلِ محبت ، نازشِ اہلِ نظر

کاشفِ اسرارِ فطرت ، صاحبِ علم و خبر

پیکرِ صدق و صداقت ، سرِ حق کے ترجمان

دیدنی ہے ، آپ کی حق آگہی کی آن بان

منظرِ دیدارِ شاہ [۱] و پیروِ بابا فرید

سیدِ لاہور [۲] کے بحرِ کرم سے مستفید

تحفہٴ صدرِ الافاضل [۳] ، مژدہٴ فتح [۴] میں

گردشِ دوراں! دکھا ، ایسا محدث ہے کہیں؟

وہ مفسر ، وہ محدث ، وہ فقیہ باکمال

منفرد ہے آپ کے علم و تفقہ کا جلال

آپ کا طرزِ تفقہ بے نظیر و لاجواب

رو بہ رو ”فرعونِ طینت“ شرم سار و آبِ آب

ناظمِ ملک و لا ، اے عہد کے روشن چراغ

آپ کے فیضِ نظر سے باغِ ہستی ، باغِ باغ

آسمانِ معرفت کے نورِ پیکرِ آفتاب

آپ کے انوارِ عالی سے زمانہٴ فیض یاب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ  
مناسک حج بیان فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے مناسک پر پر مغز ارشادات سے نوازا۔ ایک جھلک  
آپ بھی دیکھ لیں۔ فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
بحکم خداوندی تعمیر کعبہ مکمل کر لی تو حکم ہوا ”وَ اٰذِنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ“ حج بیت اللہ کا اعلان بھی  
آپ ہی فرمائیں۔ چنانچہ احادیث شریفہ کے حوالے سے آپ نے یہ اعلان اور اس کے  
مشمولات بیان فرمائے اور فرمایا، ہزاروں سال سے یہ سلسلہ حج بیت اللہ جاری ہے، جس میں ہر سال  
لاکھوں فرزندانِ توحید کا روح پرور اجتماع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر سال ۹۰ لاکھ کو میدانِ عرفات میں  
جمع ہونے والا زبردست ہجوم عشاقِ آپ کی دعوت پر اور آپ کے بلانے پر آتا ہے۔ اب  
مہمان بلائیے جائیں، جب مہمانانِ گرامی وقت مقرر پر آجائیں، صاحبِ دعوت حضرت ابراہیم  
خلیل اللہ علیہ السلام بھی بنفس نفیس اس بزم میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا حقیقت کی  
ترجمانی ہے، کیوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حج میں تشریف آوری حدیثِ پاک سے ثابت ہے،  
چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ حج حدیث سے ثابت ہے کہ جب حضور ﷺ  
حجۃ الوداع کے موقع پر وادیِ عسفان پہنچے تو فرمایا کہ یہاں سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام  
جواں سال سرخ اونٹوں پر سوار، احرام باندھے ہوئے تلبیہ کہتے ہوئے حج کرنے کے لیے  
گزرے ہیں [رواہ احمد] نیز صحیح مسلم میں ہے کہ اسی حجۃ الوداع کے موقع پر جب سرکارِ علیہ السلام  
وادیِ ازرق سے گزرے تو فرمایا کہ کہ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھاٹی سے دیکھ رہا ہوں۔  
اس وادی سے گزرتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالے جا رہے ہیں اور تلبیہ کے ساتھ اللہ کے حضور  
التجاواری کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءُ حَقِیْقَةً وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَقَرَّبُوْا اِلٰی اللّٰہِ فِی عَالَمِ

الْبَرِّ نَحْمَخُ مِنْ غَیْرِ تَكْلِیْفِهِمْ كَمَا اَنْهُمْ یَتَقَرَّبُوْنَ اِلٰی اللّٰہِ بِالصَّلٰوۃِ فِی قُبُوْرِهِمْ ---

”معلوم ہوا کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام حقیقتاً زندہ ہیں اور مکلف نہ ہونے کے باوجود

عالمِ برزخ میں قربِ خداوندی حاصل کرنا چاہتے ہیں، جس طرح کہ وہ اپنے مزارات میں

نماز ادا کر کے قربِ خداوندی حاصل کرتے ہیں“ ---

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوسرہ وحبیبہ وعلیٰ آلہ و صحبہ و حزبہ و

اہلہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ و اہلسنتہ اجمعین (آمین)



ہے زمانے کا زمانہ حسن سیرت پر نثار  
ہیں ”محبت“ نور [۵] مظہر، ”نور حق“ [۶] کے شاہکار  
ہیں بہ عصر مادیت، فقر کی محکم دلیل  
آپ کی شان تقدس، رحمت رب جلیل  
اے امیر کاروانِ نور و نکبت، اے بصیر! [۷]  
نور باری سے مسلسل قریہ جاں مستنیر  
موجب تسکین و راحت، آپ کی دید سعید  
عرصہ کرب و بلا میں کیف و مستی کی نوید  
آپ کی ذات مکرم، لطف پیرا صبح و شام  
آپ کا ہر نام لیوا، کامگار و شاد کام  
تا ابد مشعل محبت اللہ [۸] کی روشن رہے  
نقدِ تنویرِ کرم زیب دل و دامن رہے!  
آپ واحد میں ہزاروں پست بالا کر دیے  
تیرہ و تاریک دل عشقِ نبی سے بھر دیے  
جگمگا اٹھی یکایک، ہر شبِ ظلمت نصیب  
ضوفشاں، ضو بار ہے، اس طور سے ”نور الحیب“ [۹]  
دے گئی چشمِ عنایت اختصاصِ مرحمت  
ہو گئی جمشید الطاف نظر سے منقبت!  
جمشید کمبوہ، انتالی شریف

### حوالہ جات

- ۱..... حضرت سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ
- ۲..... حضرت سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ
- ۳..... حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- ۴..... حضرت مولانا فتح محمد بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ
- ۵..... فضیلۃ الشیخ صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی
- ۶..... نور اللہ، نور حق
- ۷..... بصیر پور کو حسن معنی عطا کرنے والے
- ۸..... فضیلۃ الشیخ صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی
- ۹..... ماہ نامہ نور الحیب، مظہر نور حیب رحمۃ اللہ علیہ



## واقعہ معراج

مولانا ابوالانعام محمد رمضان محقق النوری رحمۃ اللہ علیہ

کلیم بر جبلِ طور اعتبار گرفت  
مسح بر فلک چار می قرار گرفت  
غلام ہمت آنم کہ فوق کون و مکاں  
براق عزم دوانید دست یار گرفت

جامع المعجزات رحمۃ اللہ علیہ کے بے شمار معجزوں میں سے ایک عظیم الشان و بے نظیر معجزہ معراج بھی ہے، جس کا ظہور نبوت کے بارہویں سال رجب شریف میں ہوا کہ آن کی آن میں جاگتے ہوئے جسم انور کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، پھر وہاں سے عرش و لامکان تک، جہاں کہاں سب ختم ہو گیا، تشریف لے گئے۔ رب العالمین کا بلا واسطہ دیدار پا کر بے شمار کرامات و انعامات سے مشرف ہو کر واپس تشریف لے آئے۔ جسے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر متعدد طریقوں سے بیان فرمایا، ارشاد ہوتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْسَ لَیْسَ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیْكَ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّكَ هُوَ السَّیِّعُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
الْبَصِيْرُ --- [سورة الاسراء: ١]

”پاکي اسے جو اپنے بندہ خاص کو راتوں رات لے گیا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک،  
جس کے گرد گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ  
سننا دیکھتا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے صاحب معراج (رحمہ اللہ) کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک شب کے  
قلیل حصے میں تشریف لے جانا ثابت ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچ کر  
دیدار رب العالمین سے مشرف ہونا بھی اسی آیت سے ثابت ہے۔ مختصر واقعہ یہ ہے:

رجب کی ستائیسویں رات ہے، محبوب خدا محمد مصطفیٰ (ﷺ) اپنی ہم شیر حضرت ام ہانی بنت  
ابی طالب (رضی اللہ عنہا) کے گھر آرام فرما ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا کہ جنت سے  
ایک براق لے کر محمد (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

### براق کا انتخاب

حضرت جبریل علیہ السلام بہشت میں گئے، دیکھا کہ چالیس ہزار براق ریاض جنت سے کھارہے ہیں،  
ان کی پیشانیوں پر لکھا ہے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ان میں سے ایک براق ایسا بھی دیکھا  
جو سر جھکا کر رو رہا ہے اور اس کی آنکھوں سے بکثرت آنسو بہہ رہے ہیں۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام  
نے دریافت فرمایا، تو اس نے جواب دیا:

يَا جِبْرَائِيلُ إِنِّي سَمِعْتُ مَدُّ أَرْبَعِينَ أَلْفَ سَنَةٍ اسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَحَبَّةٌ صَاحِبِ هَذَا الْأَسْمِ وَ عَشَقَهُ ---

”اے جبرائیل! چالیس ہزار برس ہو گئے ہیں، میں نے اسم محمد (ﷺ) کو سنا تھا،  
بس اس نام مبارک کا سننا تھا کہ اس صاحب نام کے عشق و محبت نے میرے دل کو  
وارفتہ کر دیا، کھانا پینا سب بھول گیا۔“

وَ احْتَرَقْتُ بِنَارِ الْعَشْقِ ---

”اب تو عشق یارگی آگ میں جل چکا ہوں۔“

اور اب تو حال یہ کہ:

چہ پر سی زمن حال دل غم دیدہ ات چوں شد

دل شد خون و خوں شد آب و آب از دیدہ بیرون شد

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۴۳ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ  
جبریل علیہ السلام نے فرمایا:

اَنَا اَوْصِلُكَ بِمَعشُوقِكَ ---

”میں تجھے تیرے اس محبوب کی طرف پہنچاتا ہوں۔“

اس براق کو بنا سجا کر جبریل امین علیہ السلام، نبی کریم (ﷺ) کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔

[نزہۃ، نفی و درہ]

### روانگی --- بصد انداز محبوبی

محبوب خدا (ﷺ) کو بڑے ادب و احترام سے بیدار کیا، رب تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، سینہ کو  
چاک فرما کر قلب مبارک کو آب زم زم سے دھویا، سینہ محبوب کو نور و حکمت سے پُر کیا، آب کوثر سے  
غسل کرایا، حلہ ہشتی پہنا کر سواری کے لیے براق حاضر کیا، شہ سوار افلاک سوار ہوئے، سیدنا  
جبریل امین علیہ السلام نے باگ پکڑی، چاروں طرف بے شمار فرشتوں کا جھرمٹ ہے، اس شان سے  
روانہ ہوئے کہ دیار مکہ کی خاموشیاں اشارے کر رہی تھیں:

جولان مدہ سمند مبر عقل و دیں زما

بگوار شہ سوار من ایں ترک و تاز را

### بیت المقدس

جب بیت المقدس پہنچے، وہاں تمام انبیاء و رسل موجود تھے، حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے  
اذان و تکبیر کہی، نبی کریم (ﷺ) نے تمام انبیاء و رسل و ملائکہ کی امامت فرمائی۔ جب فارغ ہوئے تو  
کھڑے ہو کر تمام رسولوں کو خطاب فرمایا، جس کا بیان سورة الزخرف میں ہے:

وَ اسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ  
إِلَٰهَةً يُعْبَدُونَ --- [الزخرف، ۲۴: ۲۵]

”اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے، کیا ہم نے رحمان کے سوا

اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا جائے۔“

تفسیر صاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: ایک قول یہ ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے تمام رسل  
و انبیاء کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی، جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر فرمایا:

”مجھے میرے رب نے وحی فرمائی ہے کہ تم سے پوچھوں، کیا تم میں سے کوئی

اس لیے بھی بھیجا گیا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے لیے بلائے؟“

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
توسب نے کہا:

”اے محمد! ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم سب دعوتِ توحید کے لیے بھیجے گئے اور  
خدا کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں اور حضور کے  
ہم سب کی امامت فرمانے سے یہ چیز بہت ہی واضح ہوگئی۔“

### آسمانی سفر

پھر اسی براق برق پا پر اسی شان و شوکت سے سوار ہو کر محبوبانہ ناز اور مدعوانہ انداز سے  
سفر آسمان کو شروع فرمایا۔ سبحان اللہ! جب روح ایمان کی نظروں میں اس پیکرِ حسن و جمال کی  
اس عظمت شان کا تصور آجاتا ہے تو جامِ محبت سے مخمور ہو کر روح پکار اٹھتی ہے:  
تو بدیں جمال و خوبی سر عرش گر خرامی  
اُردنی بگوید آں کس کہ بگفت لکن تَرَدنی  
اور ”لَنُرِيَّهٖ مِنْ اٰیٰتِنَا“ میں اس سفر آسمانی کا ذکر ہے [مدارج النبوة] جس کا سورۃ الانشقاق میں  
واضح بیان ہے:

فَلَا اُقْسِمُ بِاللَّفَاقِ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَا اَتَقَّ ۝ لَنُرَكِّبَنَّ  
طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ [الانشقاق، ۸۴: ۱۹۵۱۶]

”تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہیں  
اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہو، ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔“

خزائن العرفان شریف میں ہے:  
”ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے کہ آپ شبِ معراج  
ایک آسمان پر تشریف لے گئے، پھر دوسرے پر، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ، مرتبہ بمرتبہ،  
منازلِ قرب میں واصل ہوئے۔“

آپ جب آسمانوں پر تشریف لے گئے تو اہل آسمان تو کیا آسمان بھی خوشی سے جھوم اٹھا۔  
قرآن مجید میں ہے:

وَ اِنَّهُ هُوَ اَضْحَكَ --- [النجم، ۵۳: ۴۳]

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۴۶ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
اَضْحَكَ السَّمَاءَ بِعُرْوَةِ الْجَنَّةِ --- [نزہۃ المجالس]

”اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو آسمان پر لے جا کر آسمان کو خوشی سے ہنسایا۔“

### سدرۃ المنتہیٰ اور جبریل امین کی حاجت روائی

پھر جب سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام بھی رک گئے، حضور ﷺ نے فرمایا:  
ایسے مقام میں بھی دوست کو دوست چھوڑا کرتے ہیں؟ عرض کی، ذرہ بھر بھی  
تجاوڑ کروں تو نور سے جل جاؤں:

اگر یک سرموئے برتر پر

فروغ تجلی بسوزد پر [شیخ سعدی]

زر قانی شریف میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام علیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا  
اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی:

هَلْ لَّكَ مِنْ حَاجَةٍ ---

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا ---

حضور ﷺ اس وقت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے جسم پاک میں نور تھے اور آپ نے  
وعدہ کر لیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تو جبریل کے اس احسان کا بدلہ ضرور اتار دوں گا،  
جو اس نے میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیا ہے۔ اب یہاں جب سدرہ پر جبریل امین رک گئے  
تو حضور ﷺ نے وہ احسان اتارنا چاہا، فرمایا:

اپنے رب سے کوئی حاجت ہے؟ ---

عرض کی، ہاں۔ تار جاؤں، کیا وقت پا کر پیاری پیاری عرض کی کہ جب حضور ﷺ  
مرتبہ دئی پر فائز ہوں تو میری یہ عرض فراموش نہ فرمائیں کہ جب امتِ مرحومہ روز قیامت پل صراط  
پر سے گزرے تو یہ خادمِ دیرینہ ان کے گزرنے کے لیے صراط پر اپنے پر بچھا دے، یہاں تک کہ  
تمام امت گزر جائے۔ سرکارِ بے کس نواز نے اس کی یہ عرض قبول فرمائی۔

اللہ اللہ! اب محبوبِ مکرم اکیلے ہی تشریف لے جا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

شانِ خدا نہ ساتھ دے ان کے خرام کا وہ باز

سدرہ سے تا زمیں جسے نرم سی اک اڑان ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
پھر شہنشاہ کو نین علیہ السلام کی عرش اعظم پر جلوہ گری ہوئی، عرش نے اپنی آنکھوں کو محبوب کے  
قدموں سے ملا:

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ، گری تھی سجدے کو بزم بالا  
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا، وہ گردن بان ہو رہا تھا

### حجبات عظمت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ حجاب عظمت تک پہنچے،  
پردے سے ایک فرشتہ نکلا اور اذان کہی، حق سبحانہ نے ہر کلمہ پر مؤذن کی تصدیق فرمائی، پھر فرشتے نے  
حضور ﷺ کا دست اقدس تھام کر آگے کیا، حضور ﷺ نے تمام اہل سموات کی امامت فرمائی،  
جن میں حضرت آدم و نوح علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کا شرف عام  
اہل آسمان و زمین پر کامل کر دیا۔ الیواقیت و الجواهر، جلد ۲، صفحہ ۳۶ میں سیدی عبدالوہاب  
شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّهُ اِذَا مَرَّ عَلٰی حَضْرَاتِ الْاَسْمَاءِ الْاِلَهِيَّةِ صَامًا مُتَخَلِّقًا بِصِفَاتِهَا فَاِذَا مَرَّ  
عَلٰی الرَّحِيْمِ كَانَ رَاحِيْمًا اَوْ عَلٰی الْغُفُوْرِ كَانَ غُفُوْرًا اَوْ عَلٰی الْكَرِيْمِ كَانَ كَرِيْمًا  
اَوْ عَلٰی الْحَلِيْمِ كَانَ حَلِيْمًا اَوْ عَلٰی الشُّكُوْرِ كَانَ شُكُوْرًا اَوْ عَلٰی الْجَوَادِ كَانَ جَوَادًا  
وَهَكَذَا فَيَمَّا يَرْجِعُ مِنْ ذَلِكَ الْمَعْرَاجِ اِلَّا وَهُوَ فِي غَايَةِ الْكَمَالِ ---

”جب محبوب کرم ﷺ اسمائے الہیہ پر گزرے تو رحیم ہو گئے، اسم غفور پر گزرے  
تو غفور ہو گئے، اسم کریم پر گزرے تو کریم ہو گئے، اسم حلیم پر گزرے تو حلیم ہو گئے،  
اسم شکور پر گزرے تو شکور ہو گئے، اسم جواد پر گزرے تو جواد ہو گئے اور اسی طرح  
متصف ہوتے گئے، پھر جب آپ معراج سے واپس ہوئے تو آپ ہر کمال کی  
انتہائی بلندی پر تھے۔“

### مقام قرب

جب مقام قرب میں پہنچے تو آپ کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بولی میں آواز آئی۔  
اے محمد! ٹھہریے، آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے۔ پھر یہ ندا آئی:

اَدُنْ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اَدُنْ يَا اَحْمَدُ اَدُنْ يَا مُحَمَّدٌ لِيَدُنَّ الْحَبِيْبُ ---

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۴۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ  
”اے بہترین جملہ مخلوقات! قریب آئیے، اے احمد! قریب ہو، اے محمد! قریب ہو،  
حبیب کو نزدیک آنا چاہیے۔“

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہی سماں تھا کہ بیک رحمت، خبریہ لایا کہ چلیے حضرت  
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

نبی کریم ﷺ یہ پیاری پیاری ندا سنتے ہی قریب ہوئے۔ ارشاد باری ہے:

دَنٰی فَتَدٰلٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ --- [النجم، ۵۳: ۸-۹]

”سید عالم ﷺ قریب ہوئے، پھر اور زیادہ قریب ہوئے، یہاں تک کہ  
دو کمانوں کا فاصلہ رہا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”جب مجھے آسمانی معراج ہوا، میرے رب نے مجھے قریب فرمایا، یہاں تک کہ

میرے اور میرے رب میں دو قوسوں کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی تھوڑا۔“ [زرقانی]

تھوڑا اتنا مقام نازک ہے، نہ حد فرمائی گئی ہے، نہ ہم کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ  
حضور پر نور ﷺ نے اپنے رب کو چشم سر دیکھا اور رب تعالیٰ کی سنی اور اپنی سنائی۔ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰی ---

سید عالم ﷺ کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی، جو چشم مبارک نے دیکھا۔ معنی یہ ہیں  
کہ آنکھ سے دیکھا، دل سے پہچانا اور اس رویت و معرفت میں شک و تردد نے راہ نہ پائی۔

مسلم شریف کی حدیث ہے:

رَأَيْتُ رَأٰی بَعْیْنِیْ وَ بَقَلْبِیْ ---

”میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، اس کو دیکھا، پھر اس کو دیکھا۔

امام صاحب یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہو گیا۔ [خزائن اور شفاء شریف]

پھر متعدد و معتبر تفاسیر میں یہ قول ہے کہ انہ هو السميع البصير کی ضمیر نبی کریم ﷺ  
کی طرف لوٹتی ہے، جس کی تشریح میں علامہ ابوالبقاء رحمہ اللہ اعراب القرآن میں فرماتے ہیں:

اِنَّ السَّمِیْعَ لِكَلَامِنَا الْبَصِیْرُ لِذٰلِكَ ---



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدُ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
 ”بے شک محمد ﷺ ہماری کلام کو سننے والا، ہماری ذات کو دیکھنے والا ہے۔۔۔“  
 بناءً علیہ اسی آیت مذکورۃ الصدر سے ثابت ہوا کہ اس صبح و بصیر ﷺ نے ذاتِ خدا کو دیکھا،  
 کلامِ خدا کو سنا:

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات  
 تو عین ذاتِ مے نگری و در تسمی

گرچہ عین ذاتِ را بے پردہ دید سربِ نردنہی از زبانِ او چکید  
 خدا اور مصطفیٰ (ﷺ) میں کیا راز و نیاز ہوئے، یہ محبت و محبوب ہی جانے۔ قرآن کریم نے بھی  
 اس راز کو مخفی ہی رکھا، فرمایا:

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدٍ مَّا اَوْحٰی ۝ --- [النجم، ۵۳: ۱۰]  
 ”اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔۔۔“

ہاں کچھ چیزیں بتائی بھی گئیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے علم کا وارث بنایا۔  
 یہ بھی خود ہی فرمایا:

اَوْسَرَّ نَبِیُّ عَلِمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ---

جبریل علیہ السلام کی عرض بھی اہل محبت کے حق میں منظور ہوئی، پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں،  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار عرض تخفیف سے پانچ ہوئیں، جنت اور دوزخ کی سیر بھی فرمائی۔  
 القصہ ہر ممکن کمال کی نہایت کو پہنچ کر واپس تشریف لائے۔ رب العالمین نے فرمایا:

وَ النَّجْمُ اِذَا هُوَ ۝ --- [النجم، ۵۳: ۱۰]

”اس پیارے چمکتے تارے کی قسم، جب یہ معراج سے اترے۔۔۔“

پھر لطف یہ کہ اس رات کی اسی آن میں تشریف لائے:

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم  
 اک دم یوں سر عرش گئے، آئے محمد (ﷺ)



ماہ نامہ نور الحبيب میں کاروباری اشتهار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحبيب ذمہ دار نہیں ہے۔  
 ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔



ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ﴿ ۵۰ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدُ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

## نغمہ معراج

دونوں عالم ہیں نوڑ علیٰ نور کیوں، کیسی رونق فزا آج کی رات ہے  
 یہ مسرت ہے کس کی ملاقات کی، عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے  
 طور چوٹی کو اپنی جھکانے لگا، چاندنی چاند ہر سو بچھانے لگا  
 عرش سے فرش تک جگمگانے لگا، رشک صبح فضا آج کی رات ہے  
 طور پر رفعت لا مکانی کہاں، لسن ترانسی کہاں من سرائی کہاں  
 جس کا سایہ نہیں، اس کا ثانی کہاں، اس کا اک معجزہ آج کی رات ہے  
 خواب راحت میں تھے ام ہانی کے گھر، آ کے جبریل نے یہ سنائی خبر  
 چلیے چلیے شہنشاہ والا گھر، حق کو شوق لقا آج کی رات ہے  
 برق سے تیز تر ہے براق آپ کا، کیوں کہ خالق کو ہے اشتیاق آپ کا  
 اب نہیں دیکھا جاتا فراق آپ کا، جلد چلنا روا آج کی رات ہے  
 باغ عالم میں بادِ بہاری چلی، سرورِ انبیاء ﷺ کی سواری چلی  
 یہ سواری سوئے ذاتِ باری چلی، ابرِ رحمت اٹھا آج کی رات ہے  
 جذبِ حسن طلب ہر قدم ساتھ ہے، دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے  
 سر پہ نورانی سہرے کی کیا بات ہے، شاہ دولہا بنا آج کی رات ہے  
 عطرِ رحمت فرشتے چھڑکتے چلے، جس کی خوشبو سے رستے مہکتے چلے  
 چاند تارے جلو میں چمکتے چلے، کہکشاں زیر پا آج کی رات ہے  
 اور نبیوں کا یہ مرتبہ ہی نہیں، عرشِ اعظم پہ کوئی گیا ہی نہیں  
 ایسا رتبہ کسی کو ملا ہی نہیں، جیسا رتبہ تیرا آج کی رات ہے

## تیسری قسط

# دروود شریف --- مخزن انوار و برکات

علامہ مولانا محمد علی نقشبندی

- ہمارا علم محدود ہے، ہماری سوچ اور فکر محدود ہے، اس کے برعکس درود خوانی کے فضائل لامحدود ہیں۔
- یہ ممکن نہیں کہ کوئی محدود کسی لامحدود تک پہنچ سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ درود شریف کا مضمون ایک بحر بیکراں ہے، اس کی وسعت و گہرائی کا ہمیں اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں درود شریف کے فوائد و ثمرات کو مختصر آبیان کیا جاتا ہے، جو مختلف احادیث میں درج ہیں:
- حضور اکرم ﷺ پر درود خوانی سے حکم خداوندی کی تعمیل ہوتی ہے۔
- نبی محترم ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ درود بھیجنے میں موافقت ہوتی ہے۔ گونو عیت میں ہماری صلوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ مختلف ہیں، کیوں کہ ہماری صلوٰۃ تو دعا اور سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ ثناء و رحمت ہے۔
- درود خوانی میں ملائکہ ابرار کے ساتھ موافقت ہوتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ  
 حکم تھا اے فلک اب قدم چوم لے، جھک کے ہر اک ملک اب قدم چوم لے  
 عرش بھی بے دھڑک اب قدم چوم لے، تجھ پہ شاہِ دنیٰ آج کی رات ہے  
 خلوتِ خاص میں یہ حضوری ہوئی، قرب ہی قرب تھا دور دوری ہوئی  
 تھی جو دل میں تمنا وہ پوری ہوئی، دیدہ شوق وا آج کی رات ہے  
 عرش سے ایک قطرہ زباں پر گرا، علم ہر شے کا اس وقت تجھ کو ہوا  
 پھر تو دیکھا جو دیکھا سنا جو سنا، گو گو ماجرا آج کی رات ہے  
 شہ نے کی عرض امت گنہ گار ہے، بخش دے میرے مولا تو غفار ہے  
 تجھ کو آساں، نہیں دشوار ہے، فکر روز جزا آج کی رات ہے  
 پھر یہ حق نے کہا ماہ پارے نبی، تو میرا چاند ہے اور تارے نبی  
 ایسا گہرانہ اے میرے پیارے نبی، ایسی جلدی ہی کیا آج کی رات ہے  
 لطف جب ہے کہ دیکھیں گے سارے نبی، ہوگی تیری شفاعت پہ رحمت مری  
 بخش دوں گا میں محشر میں امت تری، تجھ سے وعدہ میرا آج کی رات ہے  
 پھر ہوا حکم رب سیر جنت کرو، اور مکانات امت کے سب دیکھ لو  
 اور جو کچھ ضرورت ہو ہم سے کہو، بابِ رحمت کھلا آج کی رات ہے  
 آمد آمد کی جنت میں دھو میں مچیں، حوریں تعظیم کے واسطے جھک گئیں  
 بلبلیں پھول کی ڈالیاں لے چلیں، ہر طرف مرجبا آج کی رات ہے  
 ہر مراد دلی حق سے ملتی رہی، واپس آئے کلی دل کی کھلتی رہی  
 بسترِ گرم، زنجیر ہلتی رہی، یہ عجب معجزہ آج کی رات ہے  
 معجزہ یہ محمد ﷺ کا تحقیق ہے، جس نے تصدیق کی ہے وہ صدیق ہے  
 اور جو منکر ہے، جاہل ہے، زندیق ہے، وہ عدوئے خدا آج کی رات ہے  
 نزع میں قبر میں حشر میں اے خدا، سختی و جنگی و پرش جرم کا  
 خوف اکبر کو رہتا ہے بے انتہا، فضل کرنا دعا آج کی رات ہے  
 محمد اکبر وارثی



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب ﷺ پر ایک بار درود پڑھنے سے دس بار درود کا حصول ہوتا ہے۔

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب لواقح الانوار میں سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کے حوالے سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر صلوٰۃ میں عدد کو دخل نہیں، کیوں کہ خدا تعالیٰ کی صلوٰۃ کے لیے ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ عدد بندے کے مرتبہ کے اعتبار سے داخل ہوا ہے، کیوں کہ وہ زمانہ کے ساتھ مقید اور محصور ہے۔ بندہ تو اپنی وسعت کے مطابق صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کے اعتبار سے درود بھیجتا ہے۔

- درود شریف پڑھنے والے امتی کے دس درجات بلند ہوتے ہیں اور دس نیکیاں درج کی جاتی ہیں۔
- ایسے امتی کے نامہ اعمال سے دس برائیاں منائی جاتی ہیں۔
- درود خوانی سے نبی مختار ﷺ کی شفاعت و گواہی روز قیامت نصیب ہوگی۔ گنہ گار امتیوں کی خوش نصیبی کے کیا کہنے:

درِ جنت پہ کھڑا یوں رضوان پکارے

جس کو نسبت ہے محمد ﷺ سے گزرتا جائے

- درود خوانی روز قیامت گناہوں کی بخشش اور عیوب کی پردہ پوشی کا باعث ہے۔
- درود شریف بندہ کے رنج و غم میں اللہ تعالیٰ کے کفایت کرنے کا سبب ہے، یعنی یہ غم زیست مٹانے کے لیے کافی ہے۔

- درود پڑھنا بارگاہ خداوندی میں ذریعہ توسل ہے۔
- درود پڑھنا قیامت کے دن رسول خدا ﷺ سے قریب تر ہونے کا سبب ہے۔
- تنگ دست کے لیے درود شریف قائم مقام صدقہ ہے۔
- حضور اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھنا قضاء حاجات کا وسیلہ ہے۔
- درود پڑھنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائے رحمت کے حاصل کرنے کا سبب ہے۔
- درود پڑھنے والے کے لیے درود شریف زکوٰۃ و طہارت ہے۔
- درود پڑھنے والے کو موت سے پہلے بشارت جنت ملتی ہے۔
- درود پڑھنے والے کو پل صراط پر بکثرت و بے انتہا نور میسر ہوگا۔ یعنی درود شریف پل صراط پر بندہ کے لیے نور کثیر کا سبب بنے گا۔

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۵۲ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
 درود شریف قیامت میں نجات کا سبب ہے۔ قیامت کی حشر سامانیوں اور ہولناکیوں سے پناہ دے گا۔

- درود پڑھنے سے روز قیامت عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا۔
- درود شریف ذہن سے اُتری ہوئی اور بھولی بری باتوں کے یاد آنے کا سبب ہے۔ یعنی انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے، چیز رکھ کر بھول جائے اور کسی بھی معاملہ میں پریشان ہو جائے تو درود شریف پڑھنے سے تمام مسائل حل اور مشکلات ٹل جاتی ہیں۔ راقم السطور کا سیکڑوں بار کا تجربہ ہے۔
- درود شریف مجالس کو پاکیزہ بنا دیتا ہے، ان کو زینت بخشتا ہے۔ ایسی مجالس روز قیامت مجالس حسرت نہ بنیں گی۔
- جس مجلس میں درود شریف پڑھا جائے اس مبارک مجلس کو فرشتے رحمت سے گھیر لیتے ہیں۔
- فرشتے درود خواں کے درود شریف کو سونے کی قلموں سے چاندی کے اوراق پر تحریر کرتے ہیں۔
- حضور پاک ﷺ کا امتی جب ایک بار محبت اور شوق سے درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراما کا تین کو حکم دیتا ہے کہ تین دن تک ایسے امتی کا کوئی گناہ نہ لکھیں۔
- درود شریف مجلس کو تعفن اور بوسے نجات دیتا ہے، کیوں کہ جس مجلس میں ذکر خدا ﷻ اور ذکر حبیب خدا ﷺ نہ ہو اور باری تعالیٰ کی حمد و ثنا اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود نہ ہو، وہ تعفن اور بوسے پاک نہیں ہوتی۔
- درود خوانی فقر اور تنگی کو دور کرتی ہے، اس کے ذریعے اسباب خیر تلاش کیے جاتے ہیں۔
- جو کلام حمد خدا و صلوٰۃ پر محمد مصطفیٰ ﷺ سے شروع ہو، اس کا انجام بہ خیر و خوبی ہوگا۔
- درود شریف، درود خواں کی شاہل زمین و آسمان کے اندر باقی رہنے کا سبب ہے، کیوں کہ درود خواں کا سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی ثناء و اکرام اور شرف زیادہ فرمائے چون کہ جزا جنس عمل سے دی جاتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اسی نوع کی جزا اس کو ملے۔
- درود خواں جب حوض کوثر پر جائے گا تو اس پر خصوصی عنایت ہوگی۔
- درود پاک درود شریف پڑھنے والے کو، اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو نفع پہنچاتا ہے۔
- درود شریف سے وہ بھی نفع پاتا ہے جس کو اس کا ثواب بخشا جائے، یہی ایصال ثواب ہے۔
- درود خواں سخت پیاس کے دن امان میں ہوگا۔

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif ﴿ 55 ﴾ June 2011

زیادہ کرے گا، محبوب اور اُس کی خوبیوں کو یاد رکھے گا اور اُن مضامین کو جو محبت بھڑکا دینے والے ہیں، پیش نظر رکھے گا، اُسی قدر اُس کی محبت بڑھے گی اور شوق کامل ہوگا، حتیٰ کہ تمام دِل پر چھا جائے گا۔ لیکن جب ذکر چھوڑ دے اور اُس کے محاسن کو دل میں جگہ نہ دے تب محبت کم ہو جائے گی۔ جس طرح آنکھ کی ٹھنڈک دیدار دوست میں ہے، اسی طرح دِل کی تسکین اُس کی اور اُس کے محاسن کی یاد ہے۔ جب یہ صفت دِل میں جگہ پکڑ لیتی ہے تو زبان سے خود بخود مدح و ثنا جاری ہو جاتی ہے اور محبوب کی تعریف و توصیف برابر بیان کیا کرتی ہے اور اس صفت میں کمی بیشی دراصل محبت کی کمی بیشی کے موافق ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ حس و مشاہدہ اس پر شاہد ہے:

میں نے اِس سینے کے اندر دِل کے دو کلڑے کیے

نصف خالق کے لیے اور نصف ہے محبوب کے لیے

بے شک مومن کے دِل کی صفت یہی ہے کہ اس میں خدا اور حبیب خدا ﷺ کا ذکر ایسا لکھا ہوتا ہے کہ اُس کا ثنا اور نحو ہو جانا ممکن ہے۔

● درود شریف اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے، کیوں کہ یا تو رحمت ترجمہ ہے صلوٰۃ کا جیسے بعض کا قول ہے یا رحمت صلوٰۃ کے لوازم و موجبات میں سے ہے۔ بہر حال اس سے رحمت الہیہ درود خواں پر نازل ہوتی ہے۔

● محبوب خدا ﷺ پر بکثرت درود شریف بھیجنا شیخ فی الطریقہ کی کفایت کرتا ہے۔

● حضور اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھنے والا، درود شریف نہ پڑھنے والے کے ظلم کی زد سے نکل جاتا ہے۔

● درود شریف پڑھنا اہل سنت والجماعت (سنی) ہونے کی نشانی ہے۔

● درود شریف میں یہ خاصیت ہے کہ بخار میں پیاس کے غلبہ کو زائل کر دیتا ہے۔

● روز قیامت درود خواں کے اعمال کے تلنے کے وقت ترازو کا پلڑا بھاری ہوگا۔

● درود خواں اس سے محفوظ رہتا ہے کہ لوگ اُس کی بدگوئی کریں۔

● فرائض میں جو کوتاہیاں ہوئی ہوں گی درود شریف اُن کا کفارہ بن جاتا ہے۔

● درود خوانی تہمتوں سے براءت و نجات دلاتی ہے۔

● درود خوانی دوسروں کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کا سبب ہے۔

● درود خواں کے دِل میں مسلمانوں کی محبت جاگزیں ہوتی ہے۔

● درود خواں کو پیمانے بھر بھڑکاتا ہے۔

● درود خواں کے لیے اللہ تعالیٰ کے غضب سے امان لکھ دیا جاتا ہے۔

● شفیع المذنبین ﷺ درود خواں کے ایمان کی گواہی دیں گے۔

● درود شریف خود درود خواں کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔

● درود خواں کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نفاق سے بری ہے۔

● درود خواں کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ دوزخ سے بری ہے۔

● درود خواں کا دِل زنگ سے پاک ہو جاتا ہے۔ طہارت ذات و صفائے قلب نصیب ہوتی ہے۔

● درود خواں کا کندہ حاجت کے دروازے پر حضور نبی کریم ﷺ کے کندھے مبارک سے چھو جائے گا۔

● روز قیامت سید دو عالم ﷺ درود خواں سے مصافحہ کریں گے۔

● منکرین درود شریف کی روز قیامت ناک رگڑی جائے گی۔ درود خواں حضور پاک ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اِس دعائے ضرر سے نجات پاتا ہے۔

● درود، درود خواں کی ذات خاص اور عمل و عمر و دیگر اسباب مصالح میں برکت کا باعث ہے،

● کیوں کہ درود خواں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول مقبول ﷺ اور ان کی آل پر برکت فرمائے،

● یہ دعا بہر حال مستجاب ہے اور جنس کے موافق جزا دی جاتی ہے۔

● درود پڑھنے والے کو اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

● درود شریف پڑھنے والے کو پل صراط عبور کرنے میں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ پل صراط

● بجلی کی سی سرعت سے عبور ہو جائے گا، جیسا کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے حضرت

عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے رسول خدا ﷺ کے خواب کی روایت میں بیان کیا ہے کہ میں نے

اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو صراط سے گزر رہا ہے، کبھی سرین کے بل چل پڑتا ہے اور

کبھی اس کے اوپر گر کر رہ جاتا ہے۔ اتنے میں مجھ پر پڑھا ہوا درود پہنچا اور اس نے اسے

قدموں کے بل کھڑا کر دیا اور پارا تار دیا۔

● درود پڑھنا برکات کا سرچشمہ ہے۔

● درود شریف وہ گنج ہائے گراں مایہ ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا، یہ حبیب رب العالمین ﷺ

سے والہانہ محبت اور محبت میں دوام و زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ یہ صفت مراتب ایمان میں سے

ایک مرتبہ ہے، جس کے بغیر ایمان کامل اور تمام نہیں ہوتا، کیوں کہ انسان جس قدر محبوب کا ذکر

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۵۶ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

● سرکارِ زمان و مکان ﷺ پر درود خوانی کا جو سب سے بڑا ثمرہ ملتا ہے اور جو فائدہ عظیم حاصل ہوتا ہے، وہ حبیبِ خدا ﷺ کی صورت کریمہ کا دل میں منقش ہونا ہے۔ دل میں محاسنِ نبوی متحضر ہوتے ہیں۔

● خوش بختی کا ستارہ عروج پر ہو تو حضور نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات یہ شرف عالم بیداری میں بھی نصیب ہوتا ہے۔

● درود خوانی سے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے، دشمنوں پر فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

● درود شریف پڑھنے کا ثواب بیس غزوات میں شرکت کرنے سے بڑھ کر ہے۔

● جس شخص کی عادت حضور اکرم ﷺ پر بکثرت درود بھیجنا ہوگی، اُسے یہ بڑا شرف حاصل ہوگا کہ جان کنی کے وقت سرکارِ رحمت ﷺ اس کے پاس موجود ہوں گے۔

● ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے حوریں محلات، اولاد اور کثرت ازواج پیدا کی ہیں، وہ ان کو دیکھے گا اور اللہ رب العزت کی طرف سے سلام کی مبارک باد سنے گا۔

● درود خواں کے لیے جنت میں بیویاں بکثرت ہوں گی اور عمدہ مقام حاصل ہوگا۔

● درود شریف پڑھنے کا اجر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

● آقائے دو جہاں ﷺ پر درود بھیجنے والا، اللہ کریم کی عمدہ تعریف کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

● جب درود دعا سے اول ہو تو اس دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے، کیوں کہ درود شریف دعا کو بارگاہِ رب العالمین میں لے جاتا ہے اور بغیر درود کے دعا زمین و آسمان کے درمیان ہی روک لی جاتی ہے۔

● درود شریف کا پڑھنا حضور سید المرسلین ﷺ کے ادائے حق میں شامل ہے، اگرچہ بمقابلہ حقوق کے اقل قلیل ہو۔ اور اس نعمت کی شکرگزاری میں شمار ہوتا ہے جو حضور اقدس ﷺ کے مبعوث ہونے سے ہم کو ملی ہے۔ گو نبی کریم ﷺ کے حقوق و استحقاق اس قدر زیادہ ہیں کہ ان پر کوئی شخص علم و قدرت اور ارادہ سے احاطہ نہیں کر سکتا، لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ بندوں کی جانب سے اس تھوڑی سی شکرگزاری اور ادائے حق پر خوشنودی کا اظہار فرما دے گا۔ [القول البدیع، جذب القلوب، فضائل اعمال، فضائل درود و سلام، از فاضل نقشبندی]

[جاری ہے]



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۵۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

## رہنمائے زکوٰۃ اکتیسویں قسط

### زکوٰۃ نکالنے کے اصول و آداب اور احتیاطیں

پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری

#### ● علانیہ زکوٰۃ دیں یا خفیہ؟

قرآن کریم میں ہے:

إِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ --- [البقرة: ۲۷۱]

”اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ رکھتے ہوئے تم انہیں محتاجوں تک پہنچا دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ اچھا ہے“ ---

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں ہے:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْإِثْمِ وَالنَّهْيِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ --- [البقرة: ۲۷۴]

”وہ لوگ جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں رات اور دن میں چھپا کر اور علانیہ،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
ان کے لیے اجر ہے ان کے پروردگار کے پاس، نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ  
ہوں گے۔۔۔۔۔

ان آیات میں علانیہ اور مخفی دونوں طرح صدقات کو جائز قرار دیا گیا ہے، تاکہ موقع اور مصلحت  
کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ زکوٰۃ ایک اہم عبادت ہے اور عبادات میں  
اصل یہ ہے کہ اس میں اخلاص اور للہیت ہو۔ نمود و نمائش اور ریاکاری قابل مذمت ہے اور اس سے  
عمل برباد ہو جاتا ہے۔ اس لیے عام حالات میں نفلی صدقات ہوں یا فرضی زکوٰۃ، خفیہ دینا ہی بہتر ہے  
تاکہ ریاکاری کے جذبات شامل نہ ہو سکیں۔ خفیہ صدقہ دینے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے  
لینے والوں کی عزت مجروح نہیں ہوگی اور ان کا وقار برقرار رہے گا۔ درج بالا پہلی آیت میں بھی  
مخفی صدقہ، علانیہ صدقہ سے بہتر اور افضل قرار دیا گیا ہے۔ ایک حدیث پاک میں بھی اسی بات کی  
تائید ملتی ہے، جس میں خفیہ صدقہ کرنے والے کو ان خوش قسمت افراد میں شمار کیا گیا ہے، جن کے لیے  
روزِ محشر سایہ رحمت الہی کی خوش خبری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس روز کہ  
اس کے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہ ہوگا:

(۱)..... حاکم عادل، (۲)..... نو جوان، جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا، (۳)..... وہ آدمی  
کہ جس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہے، (۴)..... وہ دو آدمی جو اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں،  
اسی کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی کے لیے ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں، (۵)..... وہ آدمی  
کہ جس کو مال دار اور خوب صورت عورت نے اپنی طرف بلایا مگر اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے  
ڈرتا ہوں، (۶)..... وہ آدمی جو چھپا کر خیرات کرے، حتیٰ کہ اس کے ہاتھ کو پتہ نہ ہو کہ  
دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، (۷)..... وہ آدمی کہ تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے سے اس کی آنکھیں  
اشک بار ہو جائیں۔

خفیہ صدقہ کی فضیلت میں ایک اور حدیث پاک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہوئی ہے،  
اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ لرز رہی تھی، پس اللہ تعالیٰ نے  
پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور انہیں اس پر گاڑ دیا تو اسے قرار گیا۔ اس سے فرشتوں کو  
پہاڑوں کی تخلیق پر تعجب ہوا۔ انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار! کیا پہاڑوں سے بڑھ کر

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶۰ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
کوئی چیز سخت اور مضبوط ہے؟ فرمایا: ہاں، لو ہا۔ عرض کیا: لوہے سے بھی زیادہ کوئی  
سخت چیز ہے؟ فرمایا: ہاں، آگ۔ عرض کیا کہ آگ سے بھی سخت چیز ہے؟ فرمایا: پانی۔  
عرض کیا کہ اس سے بھی سخت چیز ہے؟ فرمایا: ہوا۔ عرض کیا کہ اس سے سخت تر بھی کچھ ہے؟  
فرمایا: ہاں، وہ انسان جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے تو اس کے بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہو۔  
ایک اور حدیث میں ہے کہ خفیہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

[ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳]

بعض اہل علم نے زکوٰۃ اور نفلی صدقات میں تقسیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ نفلی صدقات میں  
انفاء بہتر ہے اور فرضی زکوٰۃ میں اظہار افضل ہے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷۱ کی تفسیر میں  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے نفلی صدقات میں خفیہ صدقہ کو علانیہ صدقہ پر ستر گنا فضیلت دی ہے  
اور واجب صدقات (زکوٰۃ) میں علانیہ صدقہ کو خفیہ صدقہ پر پچیس گنا زیادہ فضیلت  
عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح تمام فرضی اور نفلی کاموں کا حال ہے [تفسیر طبری، جلد ۲، صفحہ ۶۲]  
یوں ہی دوسرے لوگوں کو جب ترغیب دینے کی مصلحت پیش نظر ہو، تاکہ وہ بھی  
تقلید کرتے ہوئے صدقات میں مسابقت کریں، تو اس وقت بھی علانیہ صدقہ، خفیہ پر  
فضیلت رکھتا ہے۔ [ابن کثیر، حوالہ مذکورہ، صفحہ ۳۲۲]

وہ بہ زحمتی اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

جہاں تک واجب صدقہ (زکوٰۃ) کا حکم ہے تو اکثر علماء کی رائے ہے کہ اس میں اظہار  
انفاء سے افضل ہے۔ کیوں کہ فرائض میں ریاکاری نہیں آتی، جب کہ نفلی کاموں میں اس کا  
امکان ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:  
آدمی کی گھر میں نماز افضل ہے، سوائے فرض نماز کے۔

اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ نفلی نماز اکیلے پڑھنا افضل ہے، جب کہ فرض نماز باجماعت پڑھنے میں  
(ترک نماز کی) تہمت کا خدشہ نہیں ہوتا (لہذا باجماعت علانیہ پڑھنا بہتر ہے) بلکہ فرائض میں  
اظہار ضروری ہے، کیوں کہ اس کے ذریعے شعائر دین قائم ہوتے ہیں اور اس سے اسلام کی  
قوت و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ علانیہ دینی چاہیے۔ یوں ہی جب مصلحت عامہ کے امور، جیسے تعلیمی اداروں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
اور ہسپتالوں کا قیام پیش نظر ہو یا دیگر لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دینی مقصود ہو تو نفلی صدقات کو بھی  
علانیہ خرچ کرنا چاہیے۔ ان مواقع پر اعلان اخفاء سے افضل ہے۔ البتہ فقراء کو ان کی ضروریات  
پوری کرنے کی غرض سے صدقہ دیا جائے تو اعلان سے اخفاء افضل ہے تاکہ ان کا حال ظاہر نہ ہو اور  
ان کی عزت و آبرو برقرار رہے۔ [التفسیر المنیر، جلد ۳، صفحہ ۷۷]

## • اذیت دینے اور احسان جتلانے کی ممانعت

شریعت نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ نفلی صدقہ یا زکوٰۃ دے کر کسی کو زیر بار کر کے اس پر  
احسان نہ جتلا یا جائے اور نہ قول و فعل سے اس کی تحقیر کی جائے کہ وہ تکلیف محسوس کرے۔  
اس سے اجرو ثواب ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی --- [البقرة: ۲۶۴]  
”اے ایمان والو! احسان اور ایذا رسانی سے اپنے صدقات ضائع نہ کرو۔“

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کی طرف  
نظر کرم فرمائے گا، نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک  
عذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ  
نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسے لوگ تو ناکام و نامراد ہوئے اور گھائے میں رہے،  
یہ کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک وہ جو اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے،  
دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا ایسا شخص جو جھوٹی قسم کھا کر سودا خریدنے کی  
ترغیب دیتا ہے۔

[مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحريم اسبال الاغراس والمن بالعطية.....]

زکوٰۃ دے کر اذیت دینے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً رشتے داروں یا پڑوسیوں اور محلے داروں کو  
زکوٰۃ دے کر اس کا ڈھنڈورا پیٹنا اور ان کی عزت نفس مجروح کرنا۔ جن کو زکوٰۃ دی جائے ان سے  
بیگار لینا۔ جن رفاہی یا تعلیمی اداروں میں زکوٰۃ دی جائے، ان کے انتظامی معاملات میں دخل بن کر  
اپنی مرضی مسلط کرنا، وغیرہ۔ یاد رہے کہ دولت مندوں کے مالوں میں معاشرے کے کمزور افراد،  
یتیموں، مسکینوں اور رشتے داروں کا حق موجود ہے، جیسا کہ قرآن کریم سے واضح ہے۔ لہذا  
زکوٰۃ کی شکل میں انہیں ان کا حق سپرد کیا جاتا ہے۔ حق کی ادائیگی سے انسان اپنے فرض سے

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۶۲ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
سبک دوش ہوتا ہے، پس یہ احسان جتلانے یا اذیت پہنچانے کا نہیں، زکوٰۃ لینے والے کی شکرگزاری کا  
موقع ہے کہ اس کی وجہ سے زکوٰۃ دہندہ کو اپنے فرض سے سبک دوش ہونے کا موقع ملا۔ احسان جتلا نا  
کم عقلی ہے اور اپنے عمل کو ضائع کرنا ہے۔

## • زکوٰۃ میں حیلہ اختیار کرنے کے مسائل

حیلہ اس خفیہ طریقے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی مقصود تک پہنچا جائے۔ اہل علم کے ہاں  
اس کی کئی قسمیں ہیں؛ اگر حیلہ سازی کسی جائز طریقے سے ہو اور اس سے حق بات کی نفی کرنا یا  
باطل کو ثابت کرنا مقصود ہو تو یہ حرام ہے۔ اگر اس کے ذریعے حق بات کا اثبات یا باطل کی نفی کرنا  
پیش نظر ہو تو کبھی اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب۔ اگر یہ حیلہ جائز طریقے سے ہو اور  
غرض یہ ہو کہ کسی مکروہ کام سے بچا جائے تو یہ مستحب ہوگا۔

[فتح الباری، جلد ۲، صفحہ ۳۲۶/عمدة القاری، جلد ۱۳، صفحہ ۱۰۸]

حیلہ اختیار کرنے کے شرعی جواز پر اہل علم نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ پیش کی ہے:

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضَعْفًا فَاضْرِبْ بِهِ وَ لَا تَحْنُتْ --- [سورہ ص: ۴۴]

”اور اپنے ہاتھ میں تھمیں تھمیں کا ایک مٹھا اور اس سے اسے مار دو اور قسم نہ توڑو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام سے خطاب فرمایا ہے۔ وہ شدید طویل بیماری سے  
آزمائے گئے۔ اس دوران ان کی اہلیہ محترمہ ان کی تیمارداری اور خدمت میں مصروف رہیں۔  
ایک مرتبہ ان سے اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہوئی تو حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ جب میں  
صحت یاب ہو جاؤں گا تو انہیں سو کوڑے لگاؤں گا۔ صحت مندی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قسم پوری کرنے کا  
ایک حیلہ اور ترکیب بتائی، تاکہ قسم بھی نہ ٹوٹے اور خدمت شعار بیوی کو اذیت بھی نہ ہو۔ فرمایا کہ  
گھاس کا ایک مٹھا لو، جس میں سوتیلیاں ہوں، اسے ایک بار مارو، دونوں مطلب پورے ہو جائیں گے۔  
اس سلسلے میں جو احادیث بطور دلیل پیش کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

حضرت ابو امامہ بن ہبل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں صحابہ کرام میں سے  
کسی نے بیان کیا کہ کوئی صحابی بیمار ہو گئے اور سخت لاغر و کمزور ہو گئے کہ بس ہڈیوں پر  
کھال رہ گئی۔ اس دوران ان کے پاس کہیں سے کوئی لونڈی آئی تو اس کی طرف مائل ہو کر  
اس سے ہم بستر ہو بیٹھے۔ لوگ ان کی عیادت کو آئے تو خود انہوں نے اس غلطی کا  
ذکر کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میرے اس گناہ کے بارے میں مسئلہ دریافت کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے ان کی طرح کا کوئی بیمار، ناتواں اور  
لاغر نہیں دیکھا، اگر ہم اسے آپ کے پاس لے کر حاضر ہوں تو اس کی ہڈیاں جدا ہو جائیں،  
وہ تو بس ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے، جس پر کھال پڑی ہوئی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ  
نے حکم فرمایا کہ درخت کی سوٹھنیاں لے کر اسے ایک ہی بار مار دو۔

[ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی اقامة الحد علی المریض]

قرآن و سنت کی ان تعلیمات کی روشنی میں اہل علم و فقہ نے شرعی مقاصد کی غرض سے حیلہ کو  
جائز قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ حیلہ کا مقصد مکروہ اور ناپسندیدہ امور سے بھاگنا ہو یا حرام اور گناہ سے  
دور رہنا ہو تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مستحسن امر ہوگا۔ لیکن جب حیلہ کا مقصد  
کسی مسلمان کا حق مارنا ہو تو یہ گناہ اور معصیت کا کام ہے۔ امام نسفی، حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا قول  
نقل کرتے ہیں کہ:

لیس من اخلاق المؤمنین الفرار من احکام اللہ بالحیل الموصلة الی  
ابطال الحق --- [عمدة القاری، حوالہ مذکورہ]

”اہل ایمان کے اخلاق و عادات میں یہ بات شامل نہیں ہونی چاہیے کہ وہ  
حق بات کی نفی کرنے والے حیلوں کی مدد سے، اللہ تعالیٰ کے احکام سے راہ فرار اختیار کریں۔“ ---  
فقہ حنفی کی کتاب المحیط میں ہے کہ:

قاعدہ یہ ہے کہ اگر یہ حیلہ حرام کام سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے یا گناہ کے  
کام سے بچنے کے لیے ہو تو درست ہے اور کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے ہو تو جائز نہیں  
بلکہ یہ گناہ اور معصیت ہوگا۔ [فتح الباری، حوالہ مذکورہ]

حیلہ کا مفہوم، اس کی شرعی حیثیت، اس کا مقصد اور اس کے متعلق فقہاء کا بیان کردہ  
اصول و ضابطہ سمجھنے کے بعد اب یہ جانیے کہ کئی ایسے امور خیر اور بھلائی کے کام ہیں جن پر زکوٰۃ کا مال  
خرچ کرنے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ مگر شرط تملیک (جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے) نہ پائے جانے  
کی وجہ سے زکوٰۃ خرچ کرنا ممکن نہیں ہوتا، لہذا شرعی حیلے کے ذریعے ایسے امور خیر میں مال زکوٰۃ  
خرچ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ مسجدوں کی تعمیر، میت کے کفن کے انتظام  
اور اس کا قرض ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ ان امور میں تملیک ممکن نہیں،  
لیکن جب ان امور میں زکوٰۃ خرچ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کسی مستحق فقیر کو

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶۳ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
دے دی جائے، وہ اپنی مرضی سے ان امور پر صرف کر دے۔ اس طرح زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی  
اور اس فقیر کو نفی ثواب ملے گا۔ [البحر الرائق، جلد ۲، صفحہ ۲۳۳/ درالمختار، جلد ۲، صفحہ ۶۹]

دینی مدارس کا ذریعہ آمدنی زیادہ تر زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی رقم ہیں، جب کہ اہل مدارس کو  
عمارتوں کی تعمیر اور اساتذہ اور عملہ کی تنخواہوں جیسے کئی امور پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ شرط تملیک کے بغیر  
ان شعبوں میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ ان امور پر خرچ کرنے کے لیے اگر یہ حیلہ اختیار کیا جائے  
کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق زکوٰۃ طالب علم کی ملکیت میں دی جائے اور وہ اپنی مرضی و اختیار سے  
مدرسہ کو بطور عطیہ جمع کر دے تو یہ حیلہ دینی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے جائز ہوگا، کیوں کہ اس میں  
کسی حکم الہی کو معطل کرنے کی نیت نہیں کی گئی، بلکہ علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم  
مدارس کی ضرورتوں کا احساس کیا گیا ہے۔

### ● زکوٰۃ سے بچنے کے لیے حیلے کی ممانعت

اوپر بیان ہوا ہے کہ احکام الہی سے راہ فرار اختیار کرنے کی غرض سے حیلہ اختیار کرنا حرام ہے،  
لہذا اگر حیلہ کا مقصد اپنی خواہشات کی تکمیل اور ذاتی نفع مندی کے لیے شرعی حکم کو بے معنی بنانا ہو  
اور واقعی دینی مصلحت پیش نظر نہ ہو تو روز حشر اس کی جواب دہی سے نہیں بچا جاسکے گا۔ مثلاً کوئی شخص  
وجوب زکوٰۃ سے بچنے کے لیے سال مکمل ہونے سے پہلے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر ضائع کر دے  
تا کہ نصاب میں کمی آجائے اور زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو، یا سال مکمل ہونے سے پہلے ایک نصاب کو  
دوسرے نصاب سے بدل لے۔ مثلاً کسی شخص کے پاس مویشی جانور ہوں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے،  
جب سال مکمل ہونے پر آئے تو انہیں بیچ دے۔ کیوں کہ ان کے بدلے میں جو رقم حاصل ہوگی  
اس پر نئے سال کا اطلاق ہونے سے ابھی زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی اور مویشی بیچ دینے سے گزشتہ سال کی  
زکوٰۃ ختم ہوگئی۔ یا جب سال پورا ہونے کو آئے تو سائتم (باہر چر کر پلنے والے) جانوروں کو  
پالتو جانوروں سے بدل لے، کیوں کہ پالتو جانوروں پر زکوٰۃ لازم نہیں آتی یا جیسے کوئی سال پورا  
ہونے سے پہلے کسی قریبی شخص کو مال ہبہ کر دے اور بعد میں وہ اسے واپس کر دے۔ یہ سب طریقے  
اور حیلے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوششیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان لوگوں کو سرزنش فرمائی ہے  
جنہوں نے حیلہ سازی کے ذریعے محتاجوں کا حق مارنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے صدقہ سے راہ فرار کی  
تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دے کر مال سے محروم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

اِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذَا اَقْسَمُوا لَيَصْرُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
يَسْتَنْوَنَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَ هُمْ نَائِمُونَ ۝ فَاصْبَحْتُ  
كَالصَّخْرَةِ ۝ --- [سورہ ن: ۲۰ تا ۲۱]

”ہم نے ان (مکہ والوں کو) اسی طرح آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح باغ والوں کو  
آزمائش میں مبتلا کیا۔ جب انہوں نے قسم کھائی کہ صبح سویرے ضرور اپنے باغ کے  
پھل توڑیں گے اور ان شاء اللہ کہہ کر استثناء بھی نہ کیا۔ رات کو جب وہ سوئے پڑے تھے  
کہ تمہارے رب کی طرف سے ایک بلا اس باغ پر پھر گئی اور اس کا ایسا حال ہو گیا جیسا کہ  
کئی ہوئی فصل ہو“۔۔۔

رسول اللہ ﷺ نے رد و بدل کر کے صدقات و زکوٰۃ سے بچنے کی کوشش سے منع فرماتے ہوئے  
فرمایا ہے:

وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ مَتَفَرِّقٍ وَلَا يَفَرِّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ ---

[بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا يجمع بين متفرق.....]

”زکوٰۃ کے ڈر سے مال کی دو الگ الگ چیزیں جمع نہ کی جائیں اور جو چیزیں  
اکٹھی ہوں، انہیں الگ الگ نہ کیا جائے“۔۔۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ناجائز حیلہ سازی کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”کسی شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، یہ جائز نہیں کہ وہ  
زکوٰۃ کو روکنے کی تدبیر کرے اور نہ یہ کرے کہ اپنی ملکیت سے مال نکال کر کئی لوگوں کی  
ملکیت میں دے دے تاکہ ہر ایک کے پاس نصاب سے کم مال آجائے اور یوں  
زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو سکے۔ یوں کہ ہر ایک کے حصے میں اتنی تعداد میں اونٹ، گائے  
اور بکریاں آئیں کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو۔ غرض کہ زکوٰۃ سے بچنے کا کوئی حیلہ اور  
طریقہ جائز نہیں ہے“۔۔۔

[کتاب الخراج، باب الزیادۃ والنقصان والضیاع، صفحہ ۷۰،

دائر المعارف للطباعة والنشر، بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء]

واضح ہو کہ اہل فقہ نے اسقاط زکوٰۃ کے لیے حیلے کے جواز کے متعلق جو کچھ کہا ہے، اس کا مقصد  
صرف اس کا قانونی پہلو بیان کرنا ہے، ورنہ ان کے نزدیک ایسا حیلہ حرام عمل ہونے کی وجہ سے  
عند اللہ گناہ اور محصیت ہی ہے۔

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ﴿ ۶۶ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَّكَ  
حُكْمَانِی كُو زَكُوٰة دینا یا خود ادا کرنا؟

جن مالوں پر زکوٰۃ لازم آتی ہے، ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱)..... اموال ظاہرہ (۲)..... اموال باطنہ

اموال ظاہرہ سے مراد مویشی اور زرعی پیداواریں ہیں، جن پر عشر لازم آتا ہے۔ جب کہ سونا،  
چاندی اور رقوم وغیرہ اموال باطنہ کہلاتے ہیں۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کو اموال ظاہرہ کی  
زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً --- [التوبة: ۱۰۳]

”ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجیے“۔۔۔

معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست کے حکمرانوں کو صدقات کے مطالبے اور وصولی کا حق ہوتا ہے،  
کیونکہ اس آیت میں حضور سید عالم ﷺ اور آپ کے بعد آنے والے حکمرانوں کو خطاب ہے  
کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ اسی وجہ سے سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں مستحقین زکوٰۃ کی  
فہرست میں عاملین کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر سربراہ مملکت کو زکوٰۃ کی وصولی کا حق نہ ہوتا اور صرف  
مال داروں کی ذمہ داری ہوتی کہ وہ خود اپنی زکوٰۃ ادا کریں تو عاملین یعنی زکوٰۃ وصول کنندگان کا  
ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ عرب کے دور دراز زمین والے قبائل اور علاقوں میں  
زکوٰۃ وصول کنندگان بھیجا کرتے تھے۔ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں ان عاملین کے نام مذکور ہیں،  
جنہیں زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا اور ان قبائل کا ذکر ہے جن کی طرف یہ عاملین بھیجے گئے۔  
خلفاء راشدین کے عہد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا، حتیٰ کہ جب بعض قبائل نے زکوٰۃ روک لی تو  
حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ لَوْ مَنَعُونِيْ عَنَّا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنَعِهِمْ --- [بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ]

”اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ بکری کا بچہ بھی روک لیں جو رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے

تو اس پر میں ان سے لڑوں گا“۔۔۔

یہ اموال ظاہرہ کا حکم ہے۔ اموال باطنہ یعنی سونا، چاندی، رقوم، پرائز بانڈز، سرٹیفکیٹس،  
شیراز اور مال تجارت کے متعلق اہل علم کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں  
ان اموال کی زکوٰۃ کا مطالبہ کیا۔ پھر سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دور میں ان اموال کی  
زکوٰۃ وصول کی۔ پھر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ تک ایسے اموال کی زکوٰۃ وصول کی اور

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
جب لوگوں کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوگئی تو آپ نے خیال کیا کہ ان اموال کی چھان بین میں  
لوگوں کو تنگی ہوتی ہے اور یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ پس انہوں نے ان اموال کی زکوٰۃ ان کے  
مالکوں پر چھوڑ دی اور صحابہ کرام نے ان کے اس عمل پر اعتراض نہیں کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
اس عمل سے اموال باطنہ کی زکوٰۃ کا حق امام کے لیے ختم نہیں ہوا، کیوں کہ اگر اسے یہ علم ہو کہ  
کسی علاقے کے لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کر رہے تو وہ ان سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ جب کہ بعض اہل علم  
کے مطابق رسول اللہ ﷺ سونے، چاندی اور مال تجارت کی زکوٰۃ کا مطالبہ نہیں فرماتے تھے،  
لوگ خود ہی ان مالوں کی زکوٰۃ ادا کیا کرتے تھے۔ بعد کے زمانوں میں بھی لوگ ائمہ اور حکام کے پاس  
ان مالوں کی زکوٰۃ لے کر آتے تھے اور وہ ان سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے پاس گھر میں کتنا مال ہے؟  
(گویا تفتیش و تجسس کے ذریعے مطالبہ نہیں کرتے تھے)۔

[بدائع الصنائع، جلد ۲، صفحہ ۳۵، ۳۶/ فتح القدیر، جلد ۱، صفحہ ۲۸۷]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ فقہی ضابطہ یہ ہے کہ مویشیوں کی زکوٰۃ اور زرعی پیداوار کا عشر  
حکومت وقت کا حق ہے اور وہ جبراً بھی وصول کر سکتی ہے۔ سونے، چاندی، مال تجارت اور رقم وغیرہ  
کی زکوٰۃ وصول کرنے کا اگرچہ بالکل یہ حق ختم نہیں ہوا لیکن عام حالات میں حکومت کو چاہیے کہ  
ان اموال کی زکوٰۃ کا مطالبہ نہ کرے۔ مال کا مالک چاہے تو خود ادا کر دے، چاہے تو حکومت وقت کو  
سپرد کر دے، کیوں کہ اصولی طور پر حکمران ہی فقراء کے نائب ہیں اور مستحقین کے بارے میں  
بہتر جانتے ہیں۔ جب سربراہ مملکت کو زکوٰۃ دے دی جائے تو مال کا مالک اپنی ذمہ داری سے  
بری ہو جاتا ہے۔ خواہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ ہو یا اموال باطنہ کی۔

### ● ظالم حکم رانوں کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

یہ اصولی بات تو امام عادل کے متعلق ہے کہ وہ اموال ظاہرہ و باطنہ کے مطالبے کا حق رکھتا ہے۔  
رہا ظالم حکم رانوں کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ؟ اس سلسلہ میں درست بات یہ ہے کہ اگر صحیح مصرف میں  
خرج کریں تو انہیں زکوٰۃ دی جائے، ورنہ نہیں۔ تاہم اس سلسلے کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ  
اگر زکوٰۃ لینے والا خیانت کرے اور صحیح مصرف میں خرج نہ کرے تو بھی حکومت وقت کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں آپ کے قاصد کو  
زکوٰۃ دے دوں تو کیا میں اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں بری ہو گیا؟ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا،  
ہاں! اگر تم میرے قاصد کو دے دو تو تم اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں بری ہو جاؤ گے اور تمہیں  
اس کا اجر ملے گا اور اس کے بدلے والے کو اس کا گناہ ملے گا۔ [نیل الاوطار، جلد ۴، صفحہ ۱۶۲، ۱۶۵]

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک غالباً ایسی حالت کے بارے میں ہے جب زکوٰۃ وصول کنندگان میں  
جزوی خرابی اور خیانت پائی جاتی ہو۔ لیکن جب حکمرانوں میں خدا خونی نام کو نہ ہو، احکام شریعت  
معمل ہوں، اسلام کے نظام زکوٰۃ و عشر کی حقیقت اور اس کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو، تو  
ایسے حکمرانوں کے متعلق یہ کہنا کہ انہیں وصولی زکوٰۃ کا حق حاصل ہے، ایک مشکل امر ہے۔  
اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں خارجیوں کا فتنہ ظاہر ہوا تو یہ ظالم گروہ اسلامی ریاست کے کئی علاقوں پر  
قابض رہا۔ اس زمانے میں جب اہل علم و فتویٰ سے یہ پوچھا جاتا کہ کیا ایسے ظالم حکمرانوں کو  
زکوٰۃ دینا جائز ہے تو مختلف اہل علم اپنی اپنی فقہی بصیرت کے مطابق جائز اور ناجائز دونوں طرح کے  
فتوے دیتے تھے۔

موجودہ دور میں مسلم ممالک کے حکمران اگر واقعی صحیح مصرف میں خرچ کریں، تو انہیں  
زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، خواہ دیگر امور میں شرعی احکام کی پابندی نہ کرتے ہوں اور ان میں کئی قسم کی  
دینی خرابیاں موجود ہوں۔ لیکن جب زکوٰۃ مستحقین تک نہ پہنچتی ہو اور حکمران اپنی خواہشات نفس کی  
پیروی کرتے ہوئے سیاسی رشوت اور اقرباء پروری کے لیے مال زکوٰۃ استعمال کریں، تو انہیں  
زکوٰۃ نہ دی جائے، خاص طور پر اموال باطنہ کی، کیوں کہ وہ ان حالات میں اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے  
مطالبے کا استحقاق نہیں رکھتے۔

الصحيح انه لا يجوز و به يفتي لانه ليس للظالم ولاية اخذ الزكوة  
من الاموال الباطنه ..... و اذا لم يكن له ولاية اخذها لم يصح الدفع  
اليه --- [در المختار، جلد ۲، صفحہ ۲۷۷]

”صحیح بات یہ ہے کہ ظالم حکمرانوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے،  
کیوں کہ ظالم حکمران کو اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ جب اسے  
لینے کا اختیار نہیں تو اسے از خود دینا بھی جائز نہیں ہے۔“ ---

اس حوالے سے فقہاء نے دل چسپ بات درج کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر مال کا مالک  
ظالم حکمرانوں کو زکوٰۃ دیتے وقت (انہیں مستحق زکوٰۃ سمجھتے ہوئے) یہ نیت کر لے کہ میں ان کو  
زکوٰۃ دے رہا ہوں تو کہا گیا ہے کہ یہ جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ حکمران اور امراء  
درحقیقت فقراء ہیں، کیوں کہ اگر یہ لوگ لوگوں کے غصب کیے گئے مال لوٹا دیں اور عوام کے  
ضائع کردہ حقوق ادا کر دیں تو فقراء بن جائیں گے۔

اس سلسلے میں دل چسپ اور نصیحت آموز روایت ہے کہ ابو مطیع اللیثی نے یہ فتویٰ دیا کہ علی بن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
عیسیٰ بن ہامان کے لیے صدقہ لینا جائز ہے۔ یہ خراسان کا حکمران تھا، اس کی وجہ وہی تھی جو ابھی  
بیان ہوئی ہے۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ بلخ میں ایک حاکم نے کسی فقیہ سے پوچھا کہ مجھ پر قسم کا کفارہ ہے  
تو میں کیا ادا کروں؟ جواب میں فقیہ نے فرمایا: روزے رکھو۔ یہ سن کر حاکم وقت رو پڑا اور سمجھ گیا کہ  
وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تم عوام سے چھینے گئے اموال لوٹا دو اور ان کے حقوق ادا کر دو تو تمہارے پاس  
کچھ بھی نہ بچے گا اور مجبوراً روزوں سے کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ (یاد رہے کہ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ  
دس مساکین کو کھانا کھلا یا جائے یا لباس دیا جائے یا ایک غلام آزاد کیا جائے۔ اگر یہ میسر نہ ہوں تو  
پھر تین روزے رکھے جائیں)۔ [بدائع الصنائع، جلد ۲، صفحہ ۳۶]

## ● حکومت کے محکمہ زکوٰۃ و عشر میں زکوٰۃ دینا

پاکستان میں بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے اور رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو  
زکوٰۃ کی کٹوتی کے لیے بینک بند رہتے ہیں۔ عام طور پر اہل علم اور ماہرین اس کی جمع و تقسیم کے متعلق  
کئی قسم کے سوالات اٹھاتے ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی یہ رقم شفاف طریقے سے  
مستحقین تک پہنچانے کا انتظام نہیں کیا گیا اور اس کی جمع و تقسیم کے شرعی تقاضے پورے نہیں ہو رہے۔  
اب سوال یہ ہے کہ حکومت کے قائم کردہ اس انتظام کے تحت زکوٰۃ دی جائے تو کیا زکوٰۃ دہندگان  
اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل علم میں اس کے متعلق  
اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک چونکہ ارباب حکومت کو زکوٰۃ لینے کا حق حاصل ہے،  
اس لیے خواہ وہ مستحقین میں تقسیم نہ کریں، جب زکوٰۃ دہندگان نے اپنی زکوٰۃ ان کے حوالے کر دی،  
تو وہ اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو گئے۔ تاہم دیگر کے نزدیک جب حکمران صحیح مصارف میں  
زکوٰۃ صرف نہ کریں تو انہیں دی ہوئی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی اور اسے دوبارہ دینا پڑے گا۔

[بدائع الصنائع، جلد ۲، صفحہ ۳۶]

پاکستان میں قائم کردہ نظام زکوٰۃ و عشر میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ اگر بینک کھاتے دار  
چاہیں تو بینک کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے تحریراً روک سکتے ہیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ خود ادا کرنے میں  
انہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، لہذا ان کے اپنے مفاد میں ہے کہ اگر انہیں حکومتی انتظام پر اطمینان نہ ہو تو  
بینک کو لکھ کر دیں کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ خود ادا کریں گے اور بینک کٹوتی نہ کرے۔ چون کہ  
اہل فقہ میں سے بعض کے نزدیک اس صورت میں زکوٰۃ کا اعادہ ضروری ہے، اس لیے احتیاط کا  
پہلو یہی ہے کہ بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کٹوانے کے بجائے خود ادا کی جائے۔

## ● زکوٰۃ کی نیت سے قرض معاف کرنا

یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ کسی مستحق کو مال زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے،  
[ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۷۰ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
جسے تملیک کہتے ہیں۔ شرط تملیک کی وجہ سے یہ کافی نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے مقروض کا قرض  
معاف کر کے اسے زکوٰۃ میں شمار کر لے۔ کیوں کہ زکوٰۃ کے فرض سے وہ اسی وقت بری ہوگا  
جب زکوٰۃ کا مال مستحق شخص کے قبضہ و ملکیت میں دے دے گا۔ البتہ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر  
کوئی شخص مستحق زکوٰۃ ہو اور زکوٰۃ دہندہ کا مقروض ہو تو یہ زکوٰۃ دہندہ اسے زکوٰۃ دے کر اس کے  
پیچھے پڑ جائے اور کہے "اب لاؤ، میرا قرض ادا کرو"۔ اس طرح اس سے اپنا قرض وصول کر لے۔  
اگر قرض کی صورت یہ ہو کہ مستحق شخص اس زکوٰۃ دہندہ کا مقروض نہیں، بلکہ کسی اور کا قرض اس کے  
ذمے ہو اور یہ زکوٰۃ دہندہ اس کی مرضی اور اجازت سے اس کا قرض ادا کر دے تو یہ جائز ہے اور  
اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ کیوں کہ جب فقیر محتاج شخص نے اسے کہا کہ تم میرا قرض ادا کر دو،  
تو اب زکوٰۃ دہندہ اس کا وکیل بن گیا۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص  
خود زکوٰۃ ادا کرے بلکہ کسی دوسرے کو وکیل مقرر کر سکتا ہے۔ یاد رہے کہ زکوٰۃ کی نیت سے  
مردہ شخص کا قرض اتنا رند دست نہیں ہے، کیوں کہ مردہ شخص نہ تملیک کی اہلیت رکھتا ہے اور نہ  
وکیل مقرر کرنے کی۔ [بدائع الصنائع]

[جاری ہے]



## وفیات

●.....گزشتہ دنوں:

مولانا عبدالغفور نوری، مگومنڈی کا جواں سال پوتا۔۔۔

حافظ عبدالستار نوری، بھیلہ گلاب سنگھ کی والدہ اور مولانا محمد عبداللہ نوری، دیپال پور کی دادی صاحبہ۔۔۔

قاری محمد رمضان نوری (حویلی لکھا) ریٹالہ خور کی قریبی عزیزہ۔۔۔

چودھری محمد حیات نوری، بصیر پور کی ہم شیر صاحبہ۔۔۔

محمد دین نوری، عارف والا کی بیٹی اور محمد سلیم نوری کی بیٹی۔۔۔ اور

مولانا محمد یوسف، خطیب جامع مسجد حضرت شاہ مقیم، حجرہ شاہ مقیم کی والدہ اور قاری محمد ابراہیم نوری،

موضع مہوالا کی نانی صاحبہ بھی قضائے الہی سے وفات پا گئیں۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ

مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔۔۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین



شرح صحیح مسلم (جلد ۱) اور تفسیر تبیان القرآن (جلد ۱۲)

کی عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم

--- کا ایک اور عظیم تخلیقی شاہکار ---

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

پیشکش

- ..... مروج اردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ ---
- ..... محققین کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح ---
- ..... اصول حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق ---
- ..... ائمہ اربعہ کی اہم کتب سے ان کے مذاہب مع دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح ---
- ..... اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو ---
- ..... مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر ---
- ..... ”شرح صحیح مسلم“ میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کی مختصر شرح کی گئی ہے ---
- ..... صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح ”شرح صحیح مسلم“ میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، ان کی مفصل شرح کی گئی ہے ---
- ..... صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے ---
- ..... صحیح بخاری کی مکرر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے، اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے ---
- ..... کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحات حدیث کا مفصل ذکر ہے ---

Ph: +92-42-7312173, 7123435  
Fax: +92-42-7224899  
E-mail: info@faridbookstall.com  
Web Site: www.faridbookstall.com



پیشکش

پرہیز گاری اور اچھی صحبت

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ --- [التوبة: 119]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو“ ---

اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کو ایسی دو باتوں کا حکم دیا ہے کہ اگر مسلمان اس کے عامل بن جائیں تو ان کے دونوں جہان درست ہو جائیں۔ ایک پرہیز گاری، دوسرے اچھوں کی سنگت۔

پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ سارے احکام میں ایمان کی شرط اس لیے لگائی جاتی ہے کہ کوئی نیکی ایمان کے بغیر کام نہیں آتی۔ ایمان جڑ ہے اور نیک اعمال اس کی شاخیں۔ بغیر جڑ کے شاخیں نہیں ہوتیں، ایسے ہی بغیر ایمان کے نیکیاں قبول نہیں ہوتیں۔

کنوئیں کے پانی سے جسم کا وضو ہے اور مدینہ پاک کے پانی سے دل و روح کا وضو ہوتا ہے۔ بغیر جسمانی غسل کے مسجد میں جانا منع ہے اور بغیر ایمانی غسل کے مسجد قرب الہی میں پہنچنا ناممکن ہے۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ایمان کسے کہتے ہیں اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

## توحید اور ایمان

ایک ہے توحید اور ایک ہے ایمان۔ خدا تعالیٰ کو جاننا توحید کہلاتا ہے اور حضور مصطفیٰ کریم ﷺ کو برحق ماننا ایمان ہے اور بغیر ایمان، توحید بالکل بیکار ہے۔ جیسے بازار دنیا میں بغیر مہر کے نوٹ کوئی قیمت نہیں رکھتا، ایسے ہی بازار قیامت میں بغیر مسکے مصطفیٰ کے توحید کے سادہ کاغذ کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کی کئی دلیلیں ہیں:

۱۔ ابلیس توحید کا قاتل تھا، بلکہ وہ رب تعالیٰ کی ذات اور صفات جنت، دوزخ، حشر و نشر، غرض (آمنت باللہ و ملئکتہ) کے تمام ارکان کا معتقد تھا۔ رب تعالیٰ اس سے کلام کرتا تھا۔ فرشتوں کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ جنت، دوزخ کی سیر کرتا تھا۔ مگر صرف نبی کی عظمت کا معتقد نہ تھا، یعنی موحد تھا، مگر مومن نہ بنا۔ دیکھو اس کا کیا حشر ہوا۔ ثابت ہوا کہ ایمان کے بغیر توحید محض بیکار ہے۔ رب تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آخر ابلیس مردود ہوگا۔ مگر پہلے اسے موحد، مولوی، صوفی، عابد، زاہد بنایا، اپنا قرب عطا فرمایا، پیغمبر کی توہین کے جرم میں رائدہ درگاہ کر دیا۔ آخر کیوں؟

صرف اس لیے کہ تاقیامت ہر صوفی، ہر عالم، ہر زاہد اور ہر عابد کے لیے عبرت ہو کہ بارگاہ نبی ایسی نازک ہے کہ یہاں کی بے ادبی کرنے والے ایسے برباد ہو جاتے ہیں۔ یہ مقام عرش سے نازک ہے۔

ادب گاہے ست زیر آسمان از عرش نازک تر  
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام موحد نہ رکھا، نمازی نہ رکھا، غازی نہ رکھا، بلکہ مومن و مسلم رکھا۔ یا ایہا الذین آمنوا سے پکارا، تاکہ پتہ چلے کہ موحد نہ بنا، ورنہ مارے جاؤ گے۔ مومن بن کر رہنا۔ خود فرماتا ہے:

هُوَ سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ ---

فی زمانہ جو اپنے کو موحد کہتے ہیں، اس سے نصیحت حاصل کریں۔

عصائے موسوی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ چاہیے، تب اپنا کمال دکھائے گا۔ ایسے ہی لا الہ الا اللہ کے لیے وہ زبان چاہیے، جس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جلوہ گری ہو، تب اس کا نور ظاہر ہوگا۔ ورنہ ہر آریہ، ہر توحیدیہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا کرتا ہے۔

۳۔ قبر میں پہلا سوال ہوتا ہے، من ربک؟ بندہ کہتا ہے۔ رب میرا اللہ ہے۔ لیکن ابھی پاس نہیں ہوا اور دوسرا سوال ہوتا ہے۔ ما دینک؟ دین تیرا کیا ہے؟ لیکن ابھی پاس نہیں ہوا۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۷۴ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدُ كُلِّ مَعْلُومٍ لَّكَ

آخری سوال جس پر دائمی کامیابی کا مدار ہے، یہ وہ ہے کہ ما کنت تقول فی هذا الرجل۔  
”اس کا لی زلفوں والے، حسین چہرہ والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟“

بندہ عرض کرتا ہے کہ وہ تو میرے پیارے محبوب حضور محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، تب کامیاب ہوتا ہے۔ اگر صرف عقیدہ توحید کافی تھا تو وہ پہلے سوال میں آگئی تھی۔ معلوم ہوا کہ ایمان پیغمبر کے ماننے کا نام ہے۔ رب فرماتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوْكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلُمُوْا تَسْلِيْمًا --- [النساء: ۶۵]

”اے پیارے! تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے سارے اختلافات میں تم کو اپنا حاکم نہ مان لیں۔ پھر تمہارے فیصلے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور سر تسلیم خم کر دیں۔“

دیکھو یہ آیت کریمہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے بارے میں نازل ہوئی، جن کا جھگڑا کھیت کے پانی دینے میں تھا۔ حضور ﷺ نے عبداللہ بن زبیر کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ جس پر انصاری کچھ ناراض ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دیکھو وہ انصاری توحید کے قاتل تھے، جنت، دوزخ کے معتقد تھے، قیامت کے منکر نہ تھے، حضور ﷺ کے ایک فیصلہ سے کچھ کبیدہ خاطر ہوئے تو قرآن نے یہ فتویٰ دیا۔

آج بادشاہ کے فیصلہ کی اپیل کی جاتی ہے مگر حضور ﷺ کے فیصلہ کی کوئی اپیل نہیں۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ جو بارگاہ مصطفیٰ علیہ السلام میں اونچی آواز سے بولیں، وہ بھی ایمان سے خارج ہیں، ان کے عمل برباد۔ حضور ﷺ جس کا نکاح جس سے چاہیں فرمادیں، نہ لڑکی کو انکار کا حق اور نہ لڑکے کو۔ اگر انکار کیا تو اسلام کا خطرہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَىٰ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَمْرًا اَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهٖم --- [الاحزاب: ۳۶]

معلوم ہوا کہ توحید جب ہی کا رآمد ہے، جب کہ ایمان ساتھ ہو، ورنہ بالکل بے کار ہے۔  
۵۔ ڈبہ اگر چہ فرسٹ کلاس کا ہو، اگر انجن سے وابستہ نہیں ہے تو اس کا کچھ کرایہ نہیں۔ اگر ڈبہ مال گاڑی یا تھر ڈکلاس کا ہو، مگر انجن سے وابستہ ہو تو اس کا کرایہ بھی ہے اور قیمت بھی ہے۔ اسی طرح اگر نمازی، غازی، حاجی، موحد، نبی کے قدم سے لگا ہوا نہ ہو تو مردود ہے۔ اگر مجھ جیسا گنہگار بھی ہو، لیکن اسے دامن پاک سے وابستگی ہو جائے تو مومن ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
 دیکھو شیطان کے پاس ساری عبادات تھیں مگر وہ آدم علیہ السلام کے دامن سے وابستہ نہ ہوا تو  
 ان عبادات کا نتیجہ کیا ملا؟ لا حول تا قیامت ذلت اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ یعنی ابو جہل کے فرزند کو  
 جب وہ دامن مل گیا تو اس کا نتیجہ دنیا میں کیا ہوا؟ اور آخرت میں جو ملے گا وہ دنیا دیکھے گی۔  
 حقیقت ہے کہ جدھر ان کی نگاہ، ادھر ہی خلق خدا، بلکہ ادھر ہی خدا۔ کسی نے کیا خوب کہا:

ہر ذرہ دل بن جاتا ہے، ہر چیز نظر ہو جاتی ہے  
 اٹھتی ہیں جدھر ان کی نظریں کو نین ادھر ہو جاتی ہے

### حضور ﷺ کو ماننا

ہم نے جو کہا کہ حضور مصطفیٰ ﷺ کا ماننا ایمان ہے۔ اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ  
 انہیں کیا ماننا؟ خیال رہے کہ انہیں محض بشر ماننا، محض انسان ماننا، اپنے جیسا ماننا، اپنا بھائی ماننا،  
 اس سے ایمان نہیں ملتا۔ سب سے پہلے بشر کہنے والا ابلیس تھا:

لَمْ أَكُنْ لَأَسْجُدَ لِبَشَرٍ --- [الحجر: ۳۳]

اسی طرح تمام کفار، انبیاء کو بشر ہی کہتے تھے۔

أَبَشَرٌ يُّهْدُونََنَا فَكَفَرُوا --- [التغابن: ۶]

چاہیے تھا کہ وہ سب مومن ہوتے۔ قرآن کریم سے ہی پوچھو کہ کیا ماننا ایمان ہے، فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُونَكَ --- [النساء: ۶۵]

یہ لوگ آپ کو اپنا مطلق حاکم بغیر مانے مومن نہیں ہو سکتے۔ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ

بِأَذْنِهِ وَبِسْرَاجًا مُنِيرًا --- [الاحزاب: ۴۵، ۴۶]

ہم نے آپ کو گواہ اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا، رب کی طرف بلانے والا، چمکتا ہوا  
 سورج بنا کر بھیجا، لہذا اسے رسول مانو، نبی مانو، شفیع المذنبین مانو، رب کا سچا سورج مانو، غرض کہ  
 انہیں ایسے القاب سے یاد کرو، جس سے کسی امیر، وزیر، سلطان اور کسی فرد بشر کو نہ پکار سکو، کیوں کہ  
 دولہا تو بارات میں ایک ہی ہوتا ہے، باقی اس کے طفیلی، کوئی مہمان بن کر، کوئی باجہ بجا کر، کوئی دولہا کا  
 کمیں بن کر، کوئی نکاح خواں بن کر، کوئی دولہا کا عزیز رشتہ دار بن کر، غرض دولہا کا بن کر بارات میں  
 شرکت کرتا ہے اور اس سے نفع اٹھاتا ہے۔ جتنا دولہا سے قرب اتنا اس کا حصہ۔ ڈوم میراثی  
 کچھ پیسے پاتے ہیں، مہمان صرف کھانا، نکاح خواں کچھ روپیہ، کمین نقدی، عزیز جوڑے کے  
 حق دار بننے ہیں۔ غرض کہ جسے جو ملتا ہے، وہ دولہا کے طفیل ملتا ہے۔

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۷۶ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَّكَ  
 ایسے ہی حضور ﷺ عالم کے دولہا ہیں۔ علماء، صلحاء، صوفیہ، شہداء، ہم جیسے گنہگاروں، غرض کہ  
 سب کو جو ملے گا، وہ انہیں کے طفیل۔ اس لیے سب کو مومن کی صفت سے پکارا جاتا ہے۔ یعنی  
 ہماری رحمت کے مستحق تم جب ہی ہو سکتے ہو، جب ان سے وابستہ ہو جاؤ۔ بادم کا چھلکا جب تک  
 مغز کے ساتھ ہے، قیمتی ہے، جب اس سے علیحدہ ہوا، پھینک دیا گیا۔

### تقویٰ

اتَّقُوا اللَّهَ۔ اتَّقُوا وَفِيَّ سے بنا، جس کے معنی بچنا بھی ہیں، ڈرنا بھی۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ  
 یہاں ڈرنا مراد ہے، کیوں کہ اس کے بعد اللہ کا ذکر ہے نہ کہ عذاب کا اور اللہ سے ڈرا جاتا ہے،  
 بچا نہیں جاتا، لیکن اگر بچنا مراد ہو تو یہاں عذاب پوشیدہ ہوگا۔ یعنی اللہ سے ڈرو یا اللہ کے عذاب سے بچو۔  
 خیال رہے کہ خدا کا خوف اور تقویٰ دو قسم کا ہے، ظاہری اور باطنی۔ تقویٰ ظاہری وہ ہے جس کا تعلق  
 قالب سے ہے اور تقویٰ باطنی وہ ہے جس کا تعلق قلب سے ہے۔ تقویٰ ظاہری کے لیے تمام شرعی احکام ہیں،  
 یعنی جن چیزوں سے رب تعالیٰ ناراض ہو، ان سے بچو اور رب تعالیٰ کی رضا کے کام کرے۔

اس تقویٰ ظاہری کی چار قسمیں ہیں۔ شرک و کفر سے بچنا، یہ تقویٰ ہر مومن کو حاصل ہے۔  
 اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو دوزخ میں بھیجی نہ ہوگی۔ دوسرے حرام چیزوں سے بچنا، یہ  
 متقی مسلمان کو حاصل ہے، ناکہ فاسق کو۔ اس کا انجام مغفرت سینات ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ --- [النساء: ۳۱]

”اگر تم گناہ کبیرہ سے بچو گے تو تمہارے چھوٹے گناہ ہم معاف کر دیں گے۔“

تیسرے گناہ صغائر سے بھی بچنا، یہ تقویٰ اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ خوف قبر،  
 وحشت پل صراط سے بچنا اور جنت کے بلند درجات کو پانا ہے۔

چوتھے غیر خدا سے بچنا، یہ تقویٰ انبیاء کرام یا خاص الخاص بندوں کو نصیب ہوتا ہے کہ وہ دینی،  
 دنیاوی کوئی کام بھی اپنے نفس کے لیے نہیں کرتے، سب رب تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرزند ارحمہند کی قربانی کرنا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غار میں  
 سانپ سے کٹنا، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضور ﷺ کی نیند پر نماز عصر قربان کر ڈالنا،  
 اس تقویٰ کی جلوہ گری ہے۔ اس تقویٰ کا انجام رب تعالیٰ کا قرب خاص ہے۔ اس آیت میں  
 ہر قسم کے آدمی کو اس کے لائق تقویٰ کا حکم ہے۔ یعنی اے کافر! خدا سے ڈر، مومن بن جا۔ اے گناہ گار مسلمان!  
 خدا سے ڈر، گناہ چھوڑ دے اور کبیرہ گناہوں سے بچنے والے! خدا سے ڈر، گناہ صغیرہ بھی چھوڑ دے۔  
 غرض کہ یہ جز ساری شریعت کو اپنے میں لیے ہوئے ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
تقویٰ باطنی کی حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے بندوں، اس کی پیاری چیزوں کی دل میں  
عظمت اور محبت ہے۔ اگر دل میں حضور ﷺ اور ان کی ہر نسبت رکھنے والی چیز کی عظمت نہ ہو تو  
اگرچہ لاکھ نمازی ہو مگر دل کا متقی نہیں، جیسا کہ شیطان کے حال سے معلوم ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ --- [الحج: ۳۲]

اس آیت میں یہ تقویٰ مراد ہو سکتا ہے۔ غرض کہ اتقوا اللہ شریعت، طریقت، معرفت،  
سب کی جامع ہے۔ رب تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے، کہنا آسان ہے مگر عمل کرنا مشکل ہے۔  
جیسے ظاہر بدن اسی کا درست رہ سکتا ہے جس کے دل و دماغ اور جگر وغیرہ اندرونی اعضاء میں  
بیماری نہ ہو، اسی طرح ظاہری تقویٰ اسی کا کارآمد ہو سکتا ہے جسے باطنی تقویٰ میسر ہو۔

صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ گنہگار خدا سے ناامید نہ ہو، کیوں کہ رب تعالیٰ غفار و ستار بھی ہے  
اور نیک کار اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو، کیوں کہ وہ قہار و جبار بھی ہے۔ غرض کہ اتقوا اللہ کا حکم  
نہایت ہی عام ہے، سارے پرہیزگار اور گنہگار لوگوں کو شامل ہے۔

## سچوں کا ساتھ

وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ --- [التوبة: ۱۱۹]

یہ دوسرا حکم ہے، یعنی سچوں کے ساتھ رہو۔ یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے خوف کرو  
اور خوف کہاں ملتا ہے، سچوں کے پاس۔ ہر چیز کا بازار علیحدہ ہوتا ہے، تقویٰ اور پرہیزگاری کا بازار  
صحبت ابرار ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر کے مطمئن نہ ہو جاؤ، یہ دنیا ہے،  
یہاں بڑے بڑے قافلے لٹ گئے ہیں، اپنے اعمال و ایمان کی حفاظت کی کوشش کرو، اسے  
محفوظ قلعہ میں رکھو اور اعمال و ایمان کا حفاظتی قلعہ نیکیوں کی صحبت ہے۔ یہ وہ گلہ ہے کہ جس پر  
شیطان مردود کا بس نہیں چلتا۔

کُونُوا: میں دو احتمال ہیں، ہو جاؤ، یا رہو، یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ یا سچوں کے ساتھ رہو۔  
یعنی وہ ہی عقائد اختیار کرو، وہی اعمال کرو جو سچوں کے عقائد و اعمال ہیں، اسی راستہ پر چلو جو سچوں کا ہے۔  
رب تعالیٰ ہمیں تعلیم فرماتا ہے کہ یہ دعا کریں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ --- [الفاتحة: ۶، ۷]

جس سے معلوم ہوا کہ رب کا سیدھا راستہ وہی ہے جو اس کے نیک بندوں کا ہو۔ بے شک  
ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیرپور شریف ﴿ ۷۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ  
قرآن و حدیث ہدایت کے لیے کافی ہیں مگر اس کا وہی مطلب نکالو، جو عام مسلمانوں کے  
عقیدے کے خلاف نہ ہو۔

آج قادیانی، دیوبندی کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی یہ نہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں،  
بلکہ آپ اصلی نبی ہیں۔ یہ تفسیر، عقیدہ مسلمین کے خلاف ہے، اسے نہ سنو۔ غیر مقلد کہتے ہیں،  
تقلید شخصی کفر و شرک ہے، صرف قرآن و حدیث کافی ہے:

اَطِيعُوا اللَّهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ --- [النساء: ۵۹]

یہ عام مسلمان کے عقیدے و علم کے خلاف ہے۔ سارے محدثین، فقہاء، مفسرین و صوفیہ  
مقلد گزرے، لہذا یہ تفسیر غلط ہے۔ دیوبندی کہتے ہیں کہ غیر خدا سے مدد لینا کفر ہے۔ ایسا ک  
نستعین کی یہ تفسیر بھی عام مسلمانوں کے عقیدے و عمل کے خلاف ہے۔ سارے فقہاء، محدثین،  
صوفیہ و مفسرین اور عام مسلمان اللہ کے نیک بندوں سے مدد لیتے رہے، لہذا یہ تفسیر غلط ہے۔

غرض کہ یہ قرآنی حکم ایسا اعلیٰ ہے، جس پر عمل کرنے سے انسان کبھی گمراہ ہو سکتا ہی نہیں۔  
آج ۲۷ فرقے مسلمانوں میں اسی لیے بن گئے کہ ہم نے سچوں کا ساتھ چھوڑ دیا، ہر فرقہ اپنے ہاتھ میں  
قرآن و حدیث لیے ہوئے ہے، لیکن مسلمان اگر اس قاعدے کو مضبوط پکڑے رہے تو گمراہی سے بچے رہیں گے۔  
خیال رکھو کہ علماء ہر فرقہ میں موجود ہیں، شیطان خود بڑا علم والا ہے، مگر صوفیہ، اولیاء  
سوائے حق فرقہ کے کسی میں نہیں۔ جب تک دین موسوی منسوخ نہیں ہوا تھا، تب تک اس میں  
ہزاروں اولیاء اللہ ہوئے۔ اصحاب کہف، حضرت مریم، آصف بن برخیا، سب بنی اسرائیل میں  
ہی ہوئے مگر جب سے وہ دین منسوخ ہو گیا، ولایت بھی اس سے ختم ہو گئی۔ اس طرح اسلام میں  
آج ۳۷ فرقوں میں سے سوائے مذہب اہل سنت کے اولیاء اللہ کسی میں نہیں۔

دیوبندی، وہابی، قادیانی، چکڑالوی وغیرہ میں اولیاء کہیں نہیں، اہل سنت میں سارے  
اولیاء اللہ گزرے اور اب بھی اولیاء اللہ صادقین کی اعلیٰ جماعت ہیں، ان کے ساتھ رہو کیوں کہ  
علماء سن کر کہتے ہیں اور اولیاء اللہ دیکھ کر۔

سچوں کے ساتھ رہنا تین طرح کا ہے:

(۱)..... جسمانی (۲)..... جنائی (۳)..... روحانی

ان کی مجلس میں حاضری دینا، جسمانی ہمراہی ہے، ان سے محبت رکھنا جنائی اور دلی ہمراہی ہے،  
ان کے عقیدے و اعمال اختیار کرنا روحانی ہمراہی ہے۔ اگر تینوں قسم کی ہمراہی نصیب ہو جاوے تو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
زہے نصیب، ورنہ دلی اور روجی ہمراہی کے بغیر جسمانی ہمراہی بے کار ہے۔

ابو جہل جسماً حضور ﷺ کے قریب رہا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جسماً دور رہے مگر قلبی معاملہ  
الثالث تھا کہ ابو جہل دور تھا اور حضرت اویس قرنی پاس، لہذا وہ مردود ہوا اور اویس محبوب ہے۔  
اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ عقائد میں، اعمال میں سچوں کے ساتھ رہے۔

### لطیفہ

کسی نے ایک واعظ سے پوچھا کہ مومن کا دل کہاں رہتا ہے؟ اس نے کہا، بائیں پہلو میں  
پستان کے نیچے، وہ بولا کہ اس جگہ تو کافر، مشرک اور منافق کا دل بھی ہوتا ہے، میں تو مومن کے  
دل کی جگہ پوچھ رہا ہوں۔ اگر اس کا دل بھی یہاں ہی ہو تو مومن اور کافر میں فرق کیا رہا۔  
واعظ صاحب خاموش ہو گئے۔

مجمع میں کوئی اہل دل بھی تھا، وہ بول اٹھا کہ مومن کا دل دلبر کے پاس رہتا ہے اور عارف کے  
دل میں دلبر رہتا ہے۔ مومن کے دل کا مقام دلبر کا آستانہ ہے اور عارف کا دل دلبر کا کاشانہ ہے۔  
حدیث پاک کا فرمان ہے:

القلب بین اصبعین من اصابع الرحمن ---

ہو سامنے روضے کی جالی، وہ دن وہ مہینا آجائے

یا دل ہی مدینہ جا پہنچے یا دل میں مدینہ آجائے

---o---

سینے میں جو آ جاؤ بن آئے مرے دل کی

سینہ تو مدینہ ہو دل اس کا ہو سودا کی

یہ دل ہو خدا کا گھر سینہ ہو تیرا مسکن

پھر کعبہ و طیبہ کی پہلو میں ہو یکجائی

غرض سچوں کے ساتھ رہو تو اس طرح کہ دل میں صادق کو لے لو یا دل صادق کو دے دو۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن

روئے دل را جانب دلدار کن

### صحبت کا اثر

انسانی فطرت ہے کہ صحبت کا اثر لیتا ہے، چوروں کے پاس بیٹھنے والا چور بن جاتا ہے، عالم اور

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸۰ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
شاعروں کی صحبت میں انسان عالم و شاعر بن جاتا ہے، تو اگر سچوں کے ساتھ رہے گا تو ان شاء اللہ  
سچا بن جاوے گا۔

صحبت کا اثر تو بے جان چیزوں پر بھی پڑ جاتا ہے۔ دیکھو سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیص میں  
ناپینا آنکھ کو پینا کرنے کی خاصیت کیوں پیدا ہوئی؟ صرف اس لیے کہ وہ سچے کے پاس رہی اور  
سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک میں بے جان پھڑے کو جان بخشی کی تاثیر کیوں ہوئی؟  
اس لیے کہ اسے سچے سے دور کا علاقہ ہوا۔ جب بے جان مٹی اور کپڑے میں صحبت کا اثر آ گیا تو  
انسان پھر بھی عقل والا ہے، ضرور اثر لے گا۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ساری عبادات سے بڑھ کر اچھا ساتھ ایمان کا ہے۔ دیکھو قرآن،  
کعبہ شریف کا دیکھنے والا صحابی نہیں ہوتا، مگر ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس ایک ساعت بیٹھ لے،  
صحابی ہو گیا اور صحابی، تمام اولیاء اللہ سے افضل ہے۔ حضور ﷺ کی لائی ہوئی تمام چیزیں موجود ہیں،  
کعبہ، روزہ، نماز، قرآن، مگر صحابیت ختم ہو چکی کیوں کہ صحبت پاک مصطفیٰ ﷺ ختم ہو گئی۔  
صحبت اور قرب رب کی وہ نعمت ہے جس سے کایا پلٹ جاتی ہے۔ دیکھو پانی کی طبیعت ٹھنڈی اور تر ہے  
اور آگ کی طبیعت گرم و خشک۔ لیکن جب پانی آگ پر رکھ دیا جاوے تو آگ کی طرح اثر کرتا ہے،  
جسم پر آبلہ ڈال دیتا ہے۔ یہ پانی کا اثر نہیں بلکہ آگ کے قرب کا اثر ہے۔

انسان فطرتاً کمزور ہوتا ہے۔ ﴿وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا﴾ [النساء: ۲۸] لیکن جب اسے  
قرب الہی حاصل ہوتا ہے تو ربانی قوتوں سے کام کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا۔  
حضور سید عالم ﷺ نے اشارہ سے چاند چیرا، سورج واپس کیا، یہ فطرت انسانی کی طاقت نہ تھی،  
بلکہ ربانی قدرت کا ظہور تھا۔

سلطنت کے حکام کی طاقت اپنے اعضاء کی طاقت نہیں، بلکہ حکومت سے نسبت کی طاقت ہے  
تو جو حکومت ربانی کے حکام ہوں، ان کا کیا پوچھنا۔

اولیاء اللہ اور اولیاء من دون اللہ میں فرق نہ کرنا جہالت ہے۔ اولیاء من دون اللہ رب تعالیٰ سے  
دور ہیں، شیطان سے قریب اور اولیاء اللہ شیطان سے دور ہیں، رب تعالیٰ سے قریب۔ ہم ان میں سے  
جس کو دوست بنائیں گے، اسی کے رنگ میں رنگے جائیں گے۔

### حکایت

مشنوی شریف میں ہے کہ ایک عابد رب کی یاد میں مشغول تھا۔ اس کے پاس شیطان آ کر بولا



اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ  
کہ تو کسے یاد کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ رب تعالیٰ کو۔ شیطان بولا کہ تو نے اتنا عرصہ اسے پکارا،  
کبھی اس نے جواب میں لبیک کہا؟ عابد بولا کہ آج تک تو میں نے نہیں سنا۔ شیطان بولا کہ ایسے کو  
پکارنے سے کیا فائدہ، جو پکار کا جواب نہ دے۔ تو مجھے پکار اور مجھ سے قرب حاصل کر، دیکھ میں  
لبیک کہتا ہوں یا نہیں۔ عابد اس کے بہکانے میں آ گیا اور اس دن اس نے عشاء نہ پڑھی۔ خواب میں  
ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تو نے آج نماز کیوں نہ پڑھی؟ عابد نے جواب دیا کہ جب تو میری پکار پر  
لبیک ہی نہیں کہتا تو تجھے پکارنا بے کار ہے۔ جواب ملا:

گفت اللہ گفت لبیک ماست

ایں گداز و سوز و درد از پیک ماست

”اے بندے! تیرا ہمیں یاد کرنا ہی ہماری لبیک ہے اور تیرے دل میں سوز و گداز

اور درد کی کسک پیدا ہونا ہی ہمارا قاصد ہے۔“

### حکایت

اسی مثنوی شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر جماعت صحابہ کی دعوت تھی۔ کپڑے کا  
دستر خوان جولایا گیا، وہ میلا تھا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا، بٹھہر جاؤ، میں اسے صاف کر دوں۔  
یہ کہہ کر اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا اور کچھ دیر بعد نکالا تو اس کا میل تو جل گیا تھا لیکن کپڑا  
بالکل محفوظ تھا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا:

قوم گفتند اے صحابی عزیز! چوں نہ سوزند و منغ گشت نیز  
گفت روزے مصطفیٰ دست و دہاں بس بمالیدند ایں دستار خواں  
اے دل ترسندہ از نار عذاب باچیں دست و دہاں کن اقتراب  
ہم چوں جامہ را چنین تشریف داد بس دل عاشق چنان خواہد کشاد  
اے جابر! یہ دستر خوان جلا کیوں نہیں اور صاف ہو گیا؟ فرمایا، ایک دن حضور  
مصطفیٰ کریم ﷺ نے اس سے اپنا منہ اور ہاتھ پونچھ لیا تھا، اس روز سے یہ آگ میں  
نہیں جلا کرتا۔ اے دل! اگر تو بھی دوزخ کی آگ سے ڈرتا ہے تو ایسے مبارک منہ اور  
ہاتھ شریف کا قرب حاصل کر لے۔ جب بے جان کپڑے کو حضور ﷺ کے قرب سے  
یہ فیض حاصل ہو گیا تو تو عاشق مومن ہے، تجھے کیا کچھ نہ ملے گا؟



## غصہ اور شکایت

ابن آدم کے قلم سے

ارسطو کا قول ہے ”غصہ ہمیشہ حماقت سے شروع ہوتا ہے اور شرمندگی پر ختم ہوتا ہے“ اس کی  
وجہ یہ ہے کہ غصہ ایک نفسیاتی ہیجان کی حالت ہے اور ہیجان کی حالت میں جو کارروائی کی جائے  
اس میں کبھی اعتدال نہیں ہو سکتا۔ غیر معتدل حال میں آدمی جب کوئی کارروائی کرتا ہے تو اعتدال پر  
آنے کے بعد اکثر اسے اس احساس سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔

امریکہ میں پولیس قانون کے نفاذ میں بہت مستعد رہتی ہے، مثلاً کوئی شخص ٹریفک اصول کی  
خلاف ورزی کرے یا سڑک پر گندگی ڈالے تو فوراً اس پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔ ایک لطیفہ ہے کہ  
ایک بار کسی سڑک پر ایک کار تیزی سے گزری، ڈرائیور مقررہ رفتار (۵۵ میل فی گھنٹا) سے زیادہ تیز  
اپنی گاڑی چلا رہا تھا، امریکی پولیس نے اس کا پیچھا کیا۔ کافی دور جا کر اس نے اس کو پکڑا۔ پولیس نے بتایا  
کہ وہ اتنے فاصلہ سے اس کا پیچھا کرتی آرہی ہے۔ چوں کہ وہ مقررہ رفتار سے زیادہ تیز گاڑی چلا رہا تھا  
اس لیے اس کو چاہیے کہ وہ قانون کے مطابق تیس ڈالر جرمانہ ادا کرے۔

یہ سن کر موٹر سوار پر جھنجھلاہٹ طاری ہو گئی۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں جلتا ہوا سگریٹ تھا۔  
اس نے اظہار بیزارى سے سگریٹ سڑک پر پٹک دیا۔ پولیس کے آدمی نے فوراً کہا، جناب عالی!  
اب آپ مزید پچاس ڈالر کوڑا ڈالنے (Littering) کے بھی ادا کیجیے۔ آدمی نے فوراً جرمانہ ادا کیا ہوتا  
تو وہ ۳۰ ڈالر پر چھوٹ جاتا، مگر اس کے غصہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمانہ کی رقم بڑھ کر ۸۰ ڈالر ہو گئی۔

”غلطی کے بعد بہترین صحیح بات یہ ہے کہ آدمی اپنی غلطی کا اعتراف کر لے“ کسی کا یہ قول

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
 بہت بامعنی ہے۔ آدمی اگر فوراً اپنی غلطی کو مان لے تو وہ سستا چھوٹ جاتا ہے۔ لیکن اگر اس نے  
 غلطی کو ماننے میں دیر کی یا غصہ میں کوئی اور غلطی کر ڈالی تو یہ صرف اس کے جرم میں اضافہ کے  
 ہم معنی ہوگا اور اس کے اوپر لگنے والی ”جرمانہ“ کی رقم بڑھتی چلی جائے گی۔

جرم اگر بالکل کھلا ہوا ہو تو اس کا اعتراف نہ کرنا ڈھٹائی بن جاتا ہے اور ڈھٹائی تمام جرموں میں  
 سب سے بڑا جرم ہے۔ اور اگر آدمی ایسا کرے کہ جرم کی نشان دہی کرنے والے سے لڑنے لگے  
 تو وہ اپنے بچاؤ کے آخری موقع کو بھی کھو دے گا۔ اس کی طرف سے قصور کا اعتراف نہ کرنا  
 فریق ثانی کے اندر مزید رد عمل پیدا کرے گا اور وہ قصور وار کو اس سے زیادہ سخت سزا دینے پر  
 اتر آئے گا جو ابتداء وہ اس کو دینا چاہتا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے ”صائبن کپڑے کے میل کو صاف کرتا ہے  
 اور اعتراف اخلاق کے میل کو“۔

اپنی غلطی کا اعتراف مسئلہ کو فوری طور پر ختم کرنے کی سب سے آسان تدبیر ہے۔ ایک فریق  
 جب نرمی سے اپنی غلطی کو مان لے تو دوسرا فریق بھی فوراً نرم پڑ جاتا ہے۔ غلطی کا اعتراف  
 دوسرے شخص کے غصہ پر ٹھنڈا پانی ڈالنے کے ہم معنی بن جاتا ہے۔

ایک دکان دار نے محلّہ کے نو جوان شخص پر چوری کا الزام لگایا۔ یہ الزام غلط تھا۔ نو جوان کو  
 سخت غصہ آیا۔ اس نے دکان دار کا گریبان کھینچا اور اس کو پکڑ کر مارنا شروع کیا۔ اس کے بعد بات بڑھی،  
 محلّہ میں کافی شور مچا ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کو دھمکی دیتے اور زور دکھاتے رہے۔ نو جوان کے  
 آدمیوں نے اس سے کہا کہ تم معافی مانگ لو۔ مگر وہ کسی طرح معافی مانگنے پر تیار نہ ہوا۔ اگلے روز  
 دوبارہ لوگ جمع ہوئے اور یہی بات شروع ہوئی۔ نو جوان کسی حال میں معافی مانگنے کے لیے تیار نہ تھا۔  
 آخر دکان دار اٹھا، وہ عمر میں کافی زیادہ تھا۔ اس نے بڑھ کر نو جوان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس نے کہا  
 ”اگر تم معافی مانگنے کے لیے تیار نہیں ہو تو چلو میں تم سے معافی مانگتا ہوں، اس قصہ کو ختم کرو“۔

اس کے بعد نو جوان جھک پڑا۔ دکان دار نے خود جھک کر نو جوان کو بھی جھکا دیا۔ نو جوان  
 اچانک دکان دار کے قدموں میں گر پڑا۔ اس نے کہا ”آپ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کریں،  
 آپ میرے لیے باپ کے برابر ہیں۔ اصل قصور میرا ہے، آپ مجھے معاف کر دیجیے“۔

بہت کم لوگ ہیں جو غصہ آنے کے بعد غصہ کے انجام سے بچتے ہیں۔ حالاں کہ غصہ کے انجام سے  
 اپنے آپ کو بچانا آسان بھی ہے اور ممکن بھی۔ غصہ کوئی مستقل حالت نہیں۔ وہ خارجی اسباب کے تحت  
 وقتی طور پر آدمی کے اوپر طاری ہوتا ہے۔ اور جو چیز وقتی اور خارجی نوعیت کی ہو اس کو دور کرنا  
 اتنا ہی آسان ہے جتنا کپڑے پر میل لگنے کے بعد کپڑے کو دھو کر پاک کرنا۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸۴ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
 غصہ آنے کے بعد غصہ کے انجام سے بچنے کے لیے صرف ایک چیز درکار ہے، اپنے آپ کو  
 تھوڑی دیر کے لیے سنبھالنے کی طاقت۔ غصہ آنے کے بعد اگر ایک لمحہ کے لیے بھی آپ اپنے آپ کو  
 اس کے زیر اثر آنے سے روک لیں تو یقینی طور پر آپ اپنے آپ کو غصہ کے انجام سے بچا سکتے ہیں۔

جفر سے کا قول ہے ”اگر تم غصہ میں ہو تو بولنے سے پہلے ایک سے دس تک گنو، اگر بہت زیادہ  
 غصہ میں ہو تو سو تک“ یہ غصہ ٹھنڈا کرنے کی نہایت آسان تدبیر ہے۔ غصہ کی حالت میں سو تک گنتی گنا  
 دراصل اپنے ذہن کو غصہ سے پھیرنا ہے۔ آدمی اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے ذہن کو کسی دوسری طرف  
 موڑ سکے تو اس کے غصہ کی آگ اپنے آپ ٹھنڈی ہو جائے گی۔

### شکایت نہیں

نامس کارلائل کا قول ہے ”کیا تم نے اس آدمی کے بارے میں نہیں سنا جو سورج کو اس لیے  
 کوستا تھا کہ وہ اس کی سگریٹ نہیں جلاتا“ کارلائل نے جو بات تمثیلی انداز میں کہی ہے، وہ ہم میں سے  
 اکثر لوگوں پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ آپ کو بے شمار لوگ کسی نہ کسی کی شکایت کرتے ہوئے  
 ملیں گے، حکومت کی شکایت، پڑوسیوں کی شکایت، رشتہ داروں کی شکایت، دوستوں کی شکایت  
 اور اسی طرح دوسری شکایتیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اکثر شکایتیں بالکل بے بنیاد ہوتی ہیں۔ وہ اپنی  
 کوتاہی کے لیے دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرانے کے ہم معنی ہوتی ہیں۔ وہ ایسی ہی ہیں جیسے کوئی پینے والا  
 اپنا سگریٹ سورج کی طرف کر کے یہ چاہے کہ سورج کی گرمی سے اس کا سگریٹ جل جائے اور سورج  
 جب اس طرح اس کے سگریٹ کو نہ جلائے تو وہ سورج کو کوٹنے لگے۔ حالاں کہ ایسے آدمی کو اپنی بے عقلی  
 اور اپنی بے ہمتی کا شاک ہونا چاہیے، نہ کہ آسمان کے سورج کا۔

کسی نے بالکل بجا کہا ہے کہ ”جتنی زیادہ امید اتنی ہی زیادہ مایوسی“ جب بھی آپ کو کسی شخص سے  
 شکایت پیدا ہو تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے اس شخص سے اس سے زیادہ کی امید کر لی تھی جو امید فی الواقع  
 آپ کو اس سے کرنی چاہیے تھی۔ اگر آپ ایک لکڑی سے یہ امید قائم کر لیں کہ وہ آپ کے لیے  
 لوہے کا کام دے گی تو اس کے بعد مایوسی کے سوا اور کیا چیز آپ کے حصہ میں آئے گی۔

ایک شخص جس کے پاس آپ کے لیے صرف زبانی ہمدردی تھی، اس سے آپ نے عملی ہمدردی کی  
 امید قائم کر لی۔ ایک شخص جس کو آپ سے صرف اتنا تعلق تھا کہ وہ ملاقات کے وقت آپ کو  
 چائے پلا دے، اس سے آپ نے یہ امید کر لی کہ وہ آپ کے لیے پیسہ خرچ کرے گا اور آپ کی خاطر  
 جان لڑائے گا۔ ایک شخص جو آپ کا صرف رسمی دوست تھا، اس کے بارے میں آپ نے یہ یقین کر لیا  
 کہ وہ آپ کا جگہری دوست ثابت ہوگا۔ ایک شخص جو صرف اچھے حالات میں آپ کا ساتھ دے سکتا تھا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ  
اس کے متعلق آپ نے یہ امید باندھ لی کہ وہ برے حالات میں بھی آپ کا ساتھی بنے گا۔ ایک شخص  
جو صرف بناؤ کے وقت شریف رہ سکتا تھا، اس سے آپ نے یہ توقع کر لی کہ وہ بگاڑ کے وقت بھی  
شریف بنارہے گا۔ یہ سب چیزیں حقیقت واقعہ کے خلاف ہیں اور موجودہ دنیا میں حقیقت واقعہ  
کے خلاف چیزوں کا کوئی وجود نہیں۔ اس قسم کی امیدیں کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے وہ  
آپ کے حق میں بھی پوری نہیں ہوئیں۔

زندگی کا راز یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص سے بس اس کی طاقت کے بقدر چاہا جائے، اس سے زیادہ نہیں۔  
اگر آپ ایسا کریں کہ دوسروں سے اتنی ہی امید کریں جتنی امید ان سے کرنی چاہیے تو آپ کو کبھی  
کسی سے شکایت نہ ہوگی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ”مطمئن زندگی کا سب سے بڑا راز حقیقت پسندی ہے۔“  
آپ صرف ایک سادہ سی بات کو پکڑ لیجیے اور اس کے بعد آپ کو کبھی کسی سے شکایت نہ ہوگی۔  
”اپنے آپ کو بھی اسی پیمانہ سے ناپیے جس پیمانہ سے آپ دوسروں کو ناپنا چاہتے ہیں۔“ اکثر  
ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی معاملہ میں ایک شخص سے بگڑ جاتا ہے کہ اس نے ایسا کیا اور ایسا کیا۔  
حالاں کہ اگر وہ اس طرح سوچے کہ میں اس شخص کی جگہ ہوتا تو ایسے حالات میں کیا کرتا تو یقیناً وہ  
اس رائے پر پہنچے گا کہ ایسے حالات میں خود وہ بھی دوسروں کے ساتھ وہی کچھ کرتا جو دوسروں نے  
اس کے ساتھ کیا ہے۔ آپ دوسرے کو کبھی وہ نہیں دے پاتے جس کی امید وہ آپ سے قائم کیے ہوئے ہے۔  
پھر دوسرے سے اگر آپ کا یہی رویہ ہو تو آپ کو دوسرے سے شکایت کرنے کا کیا حق؟

جو آدمی شکایتی مزاج کا ہو، اس کے حصہ میں مزید یہ نقصان آتا ہے کہ وہ ہر ایک سے  
بیزار ہو جاتا ہے۔ وہ کسی کے اوپر اعتماد نہیں کر پاتا۔ اگر آپ سورج سے یہ چاہیں کہ وہ آپ کے  
راستہ کو روشن کر دے تو سورج آپ کو بہت بڑی نعمت نظر آئے گا۔ اس کے برعکس اگر آپ یہ چاہتے لگیں  
کہ آپ اپنا سگریٹ سورج کی طرف کریں اور وہ آپ کا سگریٹ سلگا دے تو سورج آپ کو بے کاری چیز  
معلوم ہونے لگے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر آدمی آپ کو کچھ نہ کچھ دے سکتا ہے۔ مگر آدمی آپ کو  
وہی چیز دیتا ہے جو وہ خود آپ کو دینا چاہتا ہے نہ کہ وہ چیز جو آپ اس سے اپنے لیے لینا چاہتے ہیں۔  
جو آدمی دوسروں کے بارے میں ضرورت سے زیادہ امید باندھ لے اس کو ہر آدمی  
ناقص معلوم ہوگا، وہ کسی کو اپنا نہ سمجھے گا، وہ بھرے ہوئے ماحول میں اجنبی بن کر رہ جائے گا۔ یہی بات  
ایک ترکی کہاوت میں اس طرح کہی گئی ہے ”جس کو ایسے دوست کی تلاش ہے جس میں کوئی کمی نہ ہو  
اس کو کبھی کوئی دوست نہیں ملے گا۔“



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۸۶ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

## انبیاء اور صحابہ پر بننے والی فلمیں؛ شرعی جائزہ

سید محمد علی

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصاویر بنانا بالاتفاق حرام ہے۔ اہل علم کا اس مسئلہ میں  
اجماع ہے۔ کچھ عرصہ قبل سعودی عرب کی کمپنی ”الشركة العربية للإنتاج السينمائي العالمي“ نے  
”محمد رسول اللہ“ کے عنوان سے ایک فلم بنانے کا معاہدہ کیا، جس کے بعد سعودی عرب کے علماء سے  
اس کے متعلق شرعی رہنمائی حاصل کی گئی اور ”ہیئۃ کبار العلماء“ نے حضرت محمد ﷺ پر  
فلم بنانے کی حرمت کا فتویٰ جاری کیا۔ اس سے پہلے سعودی لجنة دائمہ کے فتاویٰ جات میں بھی  
انبیاء اور صحابہ کرام کی تصویر کشی کی حرمت و بطلان پر کبار علما کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں  
مکہ کی تنظیم ”رابطة لعالم الاسلامی“ کے ذیلی ادارے ”مجمع الفقہ الاسلامی“ (Islamic  
Fiqh Academy) نے بھی اپنی فقہی رائے سے امت کو آگاہ کیا تھا کہ انبیاء کی تصاویر اور ویڈیو بنانا  
مطلقاً حرام اور سنگین جرم ہے۔

اس مسئلہ کی تنقیح و توضیح کی ضرورت اس لیے سمجھی گئی ہے کہ حال ہی میں ایک ایرانی چینل  
”الکوش“ پر حضرت یوسف علیہ السلام پر بنائی گئی فلم کو قسط وار پیش کیا گیا ہے۔ اہل ایران نے اس کے ساتھ  
حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اصحاب میں سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
بنائی گئی فلمیں بھی جاری کی ہیں۔ یہ طوفانِ بد اطواری محض اس مقام پر ٹھم نہیں گیا ہے، بلکہ اسے غالباً  
الحاد و کفر کے جس منہا تک لے جانے کی کوشش و سعی کی گئی تھی، وہ اب ظلم و عدوان کی منزل تک  
پہنچا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اس لیے کہ ابنِ سبا کی قوم نے خدا کے آخری پیغمبر سیدنا محمد ﷺ کی  
تصویر بھی شائع کر دی ہے۔ اور جن قارئین کو یہ تصویر دیکھنے کا حادثہ پیش آیا ہے، انہیں اب  
اس حقیقت کو بھانپ لینے میں بھی کوئی دشواری نہ ہوگی کہ زنادقہ کا یہ گروہ پیغمبر اسلام ﷺ سے  
کس درجہ بغض و عداوت رکھتا ہے۔ یہ لوگ ان تصاویر کے ذریعے غیر محسوس انداز سے پیغمبر اسلام ﷺ  
کی سیرت و شخصیت کا اصل روپ مسخ کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے ظنون و ادہام کا پرچار اسلام کے نام پر  
صرف اسی لیے کرتے ہیں کہ خود میں اسلام سے علانیہ مقابلہ کی ہمت نہیں پاتے، لہذا اہل اسلام کی  
صفوں میں داخل ہو کر ایک غدار کی حیثیت سے ملت اسلام کی کامل شکست اور یہودی فتح و کامرانی  
کے منظر ہیں اور اپنی سازشوں کا جال بچھانے میں مصروف عمل ہیں۔ اسی لیے انبیاء و رسل ﷺ اور  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فلمیں بنانے کا یہودی ایجنڈا بھی انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔  
اول اول تو یہ فلمیں یہودی و نصاریٰ کی طرف سے بنائی جاتی رہیں، جن کی کہانی زیادہ تر سیدنا مسیح علیہ السلام  
کی حیات کے گرد گھومتی ہے۔ اور کچھ ایسی ہیں جن میں صحابہ کرام کے فرضی کرداروں کو بھی فلمایا گیا ہے۔  
اب یہ سلسلہ چوں کہ بہت پھیل گیا ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ زنادقہ نے اسلام کے لبادے میں  
یہ حرام عمل بڑے پیمانے پر دینی تعلیم و تبلیغ کے نام پر باقاعدہ جاری کر دیا ہے، لہذا ضروری ہے کہ  
قرآن و سنت کے محکم دلائل کی روشنی میں اس کا تحلیل و تجزیہ پیش کر دیا جائے اور اس کے مفاسد اور  
مضرتوں سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا جائے۔

## مفاسد و نقصانات

① اس طرح کی فلموں اور تصاویر سے انبیاء کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص ہوتی ہے۔ ان کا مقام  
زوال پذیر ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جب فرستادگانِ الہی کے تذکروں کو مجالسِ لہو و لعب اور  
غیر سنجیدہ مباحثوں میں گھسیٹا جائے گا تو یہ ان عالی قدر شخصیات سے استہزاء و ٹھٹھا کرنے کے  
مترادف ہے۔ کیوں کہ تصاویر اور ویڈیوز کا تعلق ہی ہنسی مذاق اور تماشا (Entertainment) سے ہے  
اور یہ بات پوری قطعیت سے ثابت ہے کہ یہ ان اعمال میں سے ہے جو انسان کو ملت اسلام سے  
خارج کر دیتے ہیں۔ پیغمبروں کے بارے میں اس نوع کا رویہ اختیار کرنا کھلا کفر ہے، خواہ  
اس فعل کا مرتکب تو لایہ اقرار بھی کرتا ہو کہ وہ انبیاء پر ایمان رکھنے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸۸ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
وَلٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ لِيَقُوْلُوْا اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ ۖ قُلْ اِبَالِلٰهِ وَاٰيَتِهِ وَ رَسُوْلِهِ  
كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۚ اِنْ نَعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ  
مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۚ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ --- [التوبة: ۹، ۶۵-۶۶]

”اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے، تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو  
ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو! کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات  
اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد  
کفر کیا ہے۔“ ---

② تمام پیغمبروں کو خدا نے معصوم رکھا ہے۔ عصمت انبیاء کا تقاضا ہے کہ ان خدا رسیدہ ہستیوں سے  
کوئی ایسا فعل صادر نہ ہو جسے اللہ نے محرمات کی فہرست میں شامل کیا ہے اور کوئی ایسا عمل  
ترک نہ ہو جائے جس کو شریعت اسلام میں واجب کا درجہ حاصل ہے۔  
مگر ان فلموں میں فرضی پیغمبر ایسے خلاف شریعت کام بھی کرتا ہے جن کا تصور ایک نبی سے تو کجا،  
زہد و ورع کے بنیادی اوصاف رکھنے والے مسلمان سے بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر  
ان فلموں میں دکھایا گیا ہے کہ فرضی نبی غیر محرم عورتوں کے ساتھ بے پردہ گھومتا ہے۔  
اسی طرح عصمت انبیاء کا یہ بھی تقاضا ہے کہ وہ خلعتِ نبوت و رسالت جس کے ذریعے سے  
اللہ نے ان کو زینت بخشی ہے، وہ کسی غیر نبی کو نہ پہنایا جائے، نہ حقیقتاً اور نہ ڈرامائی اسلوب میں۔  
اس معاملے میں بھی ان فلموں سے سخت بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ لوگ جو انبیاء اور صحابہ کرام کا کردار  
پیش کر رہے ہوتے ہیں، یعنی جن کو فرضی نبی یا فرضی صحابی بنایا گیا ہوتا ہے، وہ اپنی تمام حرکات و سکنات  
ایک نبی کے فرضی قالب میں سامنے لاتے ہیں اور فلم کے دوسرے کردار ان کو نبی کے نام، مثلاً  
یوسف یا موسیٰ سے ہی پکارتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فلم بینوں کی باہمی گفتگو میں بھی اس فرضی کردار کو  
نبی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ طرز عمل عصمت انبیاء کو پامال کرنے والا ہے۔

③ تاریخ نے جن حضرات کے تذکروں کو اپنے دامن میں جگہ دی ہے، ان میں سے کسی ایک کے  
بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی پوری زندگی ایک مربوط کہانی کی صورت میں  
ہمارے سامنے موجود ہے۔ انبیاء کی صورت حال بہت کچھ مختلف ہے، ان کے ٹھیک ٹھیک حالات  
بس اسی قدر ہمارے سامنے ہیں جن کو خدا کی آخری کتاب نے بیان کر دیا ہے۔ اور قرآن مجید کا  
ایک عام ناظر بخوبی جان لیتا ہے کہ یہ بیانات قصہ گوئی کی قبیل سے نہیں ہیں بلکہ حالات کے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
پیش نظر مخاطبین کی اصلاح و درستی اور سبق آموزی کے لیے گزشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کا  
انتہائی تذکرہ کیا جاتا ہے جسے مخاطبین کی موجود صورت حال پر منطبق کرنا حکمت بالغہ کا تقاضا  
قرار پاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ تاریخی شہادات میں ہے، وہ سخت اختلافی اور کم مایہ ہے۔  
جہاں تک آخری نبی اور رسول محمد ﷺ کی سیرت کا تعلق ہے، اس کا ہر گوشہ اور پہلو  
سیرت و حدیث کی کتابوں میں کشادہ ہے۔ مگر وہ بھی اس طرح نہیں ہے کہ ایک مکمل کہانی تیار کی جاسکے۔  
کہانی اور قصوں کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان میں واقعات کا تسلسل اور ربط برقرار رہے تاکہ قاری  
اس قسم کی تحریر سے ذوق ادب کی تسکین کا سامان مہیا کر سکے۔ اسی لیے کہانی کی کتابوں، ناولوں،  
ادبی شہ پاروں اور تاریخی روایات اور سیرت و سوانح کا بنیادی اسلوب نگارش ہی بہت مختلف ہوتا ہے۔  
کہانی لکھتے ہوئے مصنف بہت سے واقعات اور بیانات خود سے فرض کرتے ہوئے احاطہ تحریر میں  
لے آتا ہے، جن کو بر بنائے حقیقت جانچا جائے تو وہ محض جھوٹی داستان قرار پائیں گے۔  
مثال کے طور پر اردو میں لکھے گئے تاریخی ناول اور تاریخی شخصیات پر مرتب گئی کہانیاں جو التمش اور  
نسیم مجازی وغیرہ کی کتابوں میں ہمیں ملتی ہیں، ان میں بیسیوں واقعات مصنفوں کے مخترعات ہیں،  
حقیقت سے انہیں کوئی علاقہ نہیں۔ جب کہ دوسری طرف تاریخ و سیر کی کتابوں میں، مثال کے طور پر  
قاضی سلیمان منصور پوری کی ”رحمۃ للعالمین“ وغیرہ میں چونکہ روایات و واقعات کی تحقیق و فحص  
کے بعد ہی انہیں درج کیا جاتا ہے، لہذا غیر ثابت شدہ بیانات قطعی طور پر مسترد کر دیے جاتے ہیں۔  
اس لیے یہ سب کچھ ایسی کہانی کی صورت اختیار نہیں کرتا جس کے تمام واقعات بالترتیب  
ایک دوسرے سے پیوست ہوں۔

ان فلموں میں چونکہ انبیاء و صحابہ کرام کی پوری کہانی فلمائی جاتی ہے، لہذا بہت سے واقعات  
خود سے گھڑ لیے جاتے ہیں۔ حالاں کہ انبیاء کے حق میں اس طرح کا جھوٹ وضع کرنا غیر معمولی  
جرم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلٰی مُتَعَدٍّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ---

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز: ۱۲۹۱]

”جس نے میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں

تیار کر لے۔“ ---

④ ان فلموں میں جو لوگ پیغمبر کے مخالفین اور حق کے منکرین کا کردار ادا کریں گے، اور یہ جو

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۹۰ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ  
کہانی کی ضرورت ہے، وہ ظاہر ہے کہ لات، منات کی قسمیں اٹھائیں گے، نبی اور رسول کو  
دیوانہ اور مجنون کہیں گے، ناروا الفاظ کا استعمال ہوگا اور ائمہ سنت کے حسب تصریح یہ سب  
وہ اعمال ہیں جن کا محض تلفظ بھی کفر ہے، چنانچہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایسے لوگوں کا حکم کیا ہوگا!!

⑤ ان فلموں کا ایک سنگین پہلو یہ ہے کہ ان میں ایسے مرد اور خواتین انبیاء، صحابہ اور صحابیات کا  
کردار پیش کرتے ہیں، جن کو شاید پوری طرح مسلمان بھی نہ کہا جاسکے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو  
معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کی علامت ہیں، ان کا کردار یہ ہے کہ یہ غیر محرم عورتوں کے ساتھ  
اختلاط ہی نہیں، ملاست کے جرائم میں بھی مبتلا رہتے ہیں۔ ان کی خواتین وہ ہیں جو بالکل  
بے پردہ رہنے والی اور بے حیائی کا مظہر ہوتی ہیں۔ وہ محافلِ رقص و سرود کی زینت بنتی اور  
پوری دنیا کے سامنے اپنے اعضائے جسم کی عریاں نمائش کرتی ہیں۔

کس قدر لغو اور بے ہودہ حرکت ہے کہ اس قماش کے لوگوں کو عذب مآب انبیاء اور  
عفت مآب صحابیات اور علما و انبیاء کے روپ میں پردہ سستیں پر دکھایا جائے۔ یہ انبیاء کی  
کھلی تذلیل ہے، جس پر ایک ایمان دار کسی طور خاموش نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَتَتُوبُنَّوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ تَعْزِرُوْهُ وَ تُوْقِرُوْهُ ۖ وَ تَسْبِيْحُوْهُ بَكْرَةً ۙ وَ

اٰخِرًا ۙ --- [الفتح، ۹: ۴۸]

”تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو

اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔“ ---

⑥ اس طرح کی فلموں سے لگاؤ کا یقینی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید، جو مخزن العلوم ہے، سے تعلق  
اور تالف ختم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص بجائے اس کے کہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآن مجید میں پڑھے  
اور ان سے درس و نصیحت حاصل کرے، وہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر سی ڈیز، ٹیلی ویژن اور سینما کی طرف  
متوجہ رہے گا۔ جب کہ اسلام جس نفسیات کو پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان تمام تر رہنمائی  
قرآن و سنت سے اخذ کرے اور اس کا دل مسجد میں ہی قرار پائے۔

⑦ وہ فلمیں جنہیں عیسائیوں یا یہودیوں نے تیار کیا ہے، انہوں نے ان میں اپنے عقائد کی  
پوری طرح آمیزش کر دی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید ان عقائد کا رد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر  
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا سولی کے نتیجے میں فوت ہو جانا۔ یہ عقیدہ اسلام کی نگاہ میں بالکل باطل ہے۔  
قرآن صراحت سے کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شَبَّهَ لَهُمْ --- [النساء: ۱۵۷]

46

”حالا ان کی توقع انہوں نے نہ اُس کو قتل کیا، نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ معاملہ

ان کے لیے مشتبہ کر دیا۔“ ---

⑧ انبیاء کی فلمیں تیار کرنا حکمت بالغہ کے خلاف ہے۔ حکمت متقاضی ہے کہ کوئی بھی غیر نبی، نبی کی صورت میں پیش نہ ہو۔ جنات ایسی مخلوق ہے کہ اسے انسانی شکل دھارنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر انبیاء کے حق میں جنوں سے یہ صلاحیت و اختیار سلب کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

مَنْ سَرَّأْنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ سَرَّأْنِيْ الشَّيْطَانُ لَا يَتَخَيَّلُ بِيْ --- [بخاری]

”جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا ہے، کیوں کہ شیطان میرا روپ نہیں دھار سکتا۔“ ---

جنوں سے اختیار سلب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ پیغمبر کی شخصیت کو بے کار محل سے محفوظ رکھا جائے۔ ان فلموں میں اسی حکمت کے خلاف تکلفاً پیغمبر کے روپ میں غیر نبی کو دکھایا جاتا ہے۔ بعض لوگ ان فلموں کے حق میں یہ دلیل رکھتے ہیں کہ ان سے دعوتی مصلحت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ فلمیں انبیاء اور قرآن کی دعوت کو پھیلانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ دلیل نہ صرف یہ کہ شرعی لحاظ سے غیر معتبر، بلکہ صورت واقعہ کے خلاف بھی ہے۔ تجربات سے ثابت ہے کہ اس نوع کی فلمیں اور ڈرامے دیکھ کر نہ کوئی پابندِ صوم و صلوٰۃ ہوا ہے اور نہ آخر دی کا میابی کی کوئی امنگ اس کے قلب و ذہن میں پیدا ہوئی ہے۔ یہ نعمتیں صرف پیغمبر ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی کامل پیروی ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم نے جن مفاسد کی نشان دہی کی ہے، ان کی موجودگی میں ان فلموں کی تھوڑی بہت مصلحت کی بھی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ فقہاء کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ

دَرَاءُ الْمَفَاسِدِ مُقَدَّمٌ عَلَى جَلْبِ الْمَنَافِعِ وَالْمَصَالِحِ ---

یعنی منفعت کو قبول کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ مضرتوں سے بچاؤ حاصل کر لیا جائے۔

جب یہ طے ہے کہ اس طرح کی فلموں کے مزعومہ فوائد کے بالمقابل ان کے منفی پہلو کہیں زیادہ سنگین اور تکان دہن ہیں تو انہیں مسلم معاشروں میں کسی طور گوارا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس طرح کی لغویات کا سختی سے بائیکاٹ ہی تعلیمات اسلام اور مقاصد شریعت کا حقیقی تقاضا ہے۔

[بشکر یہ ماہ نامہ الاحیاء، لاہور]



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۹۲ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

”ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا“

## اعلیٰ حضرت ﷺ کی زمیں میں

دماح پیبر جو ہے ، پیارا ہے ہمارا  
جو ایسا بھی بخت ہے ، اپنا ہے ہمارا  
دماحی کا اسلوب انوکھا ہے ہمارا  
کہتے ہوئے دل زور سے دھڑکا ہے ہمارا  
یہ دیکھ لو ، ہم ذکر پیبر میں مگن ہیں  
یہ حال ہمارا ہے تو فردا ہے ہمارا  
ہم مسکن سرکارِ مدینہ ﷺ کو چلے ہیں  
دل یاد میں آقا ﷺ کی جو تڑپا ہے ہمارا  
سرور ﷺ سے جو ہیں دور، ہم ان کے ہیں مخالف  
ہیں جتنے ثنا گو ، وہ قبیلہ ہے ہمارا  
آقا ﷺ کی وساطت سے رسا ہو گئے رب تک  
کس درجہ موثر یہ وسیلہ ہے ہمارا  
ہنس کر ہمیں محشر میں نبی ﷺ دیکھ رہے ہیں  
گو آگے گناہوں کا پلندا ہے ہمارا  
ہم خادمِ خدامِ غلامانِ نبی ہیں  
بخشش کو یہی ایک حوالہ ہے ہمارا  
کیوں اس کو ریا سے کیا جاتا ہے ملوث  
کیوں نعت کی محفل میں دکھاوا ہے ہمارا  
حمود کہیں ہاتھ غیبی سے سنیں ہم  
دربارِ پیبر ﷺ میں بلاوا ہے ہمارا

راجا رشید محمود

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ  
 اللہ محمد چاریار اغثنی یا رسول اللہ حاجی خواجہ قطب فرید

47

نقشہ اوقات نماز برائے بصیر پور شریف و مضافات --- ماہ جون

تاریخ	صبح صادق، ابتداء فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب، انتہائے فجر	ظہور کبریٰ	افتاء وقت ظہر	انحر مشرق اول	انحر مشرق دوم	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	3 25	3 03	5 03	11 16	12 05	3 34	5 01	7 06
2	3 25	3 03	5 03	11 16	12 05	3 35	5 01	7 07
3	3 24	3 02	5 02	11 16	12 05	3 35	5 01	7 07
4	3 24	3 02	5 02	11 16	12 05	3 35	5 01	7 07
5	3 24	3 02	5 02	11 16	12 05	3 36	5 01	7 08
6	3 24	3 01	5 01	11 16	12 05	3 36	5 02	7 08
7	3 24	3 01	5 01	11 16	12 06	3 36	5 02	7 09
8	3 24	3 01	5 01	11 17	12 06	3 36	5 02	7 09
9	3 24	3 01	5 01	11 17	12 06	3 37	5 02	7 10
10	3 23	3 01	5 01	11 17	12 06	3 37	5 02	7 10
11	3 23	3 01	5 01	11 17	12 06	3 37	5 03	7 10
12	3 23	3 01	5 01	11 17	12 07	3 38	5 03	7 11
13	3 23	3 01	5 01	11 17	12 07	3 38	5 03	7 11
14	3 23	3 01	5 01	11 17	12 07	3 38	5 03	7 11
15	3 23	3 01	5 01	11 17	12 07	3 39	5 03	7 12
16	3 23	3 01	5 01	11 17	12 07	3 39	5 04	7 12
17	3 23	3 02	5 02	11 18	12 08	3 39	5 04	7 12
18	3 23	3 02	5 02	11 18	12 08	3 40	5 04	7 13
19	3 23	3 02	5 02	11 18	12 08	3 40	5 04	7 13
20	3 23	3 02	5 02	11 18	12 08	3 40	5 04	7 13
21	3 23	3 02	5 02	11 18	12 08	3 41	5 05	7 13
22	3 23	3 03	5 03	11 18	12 09	3 41	5 05	7 14
23	3 23	3 03	5 03	11 18	12 09	3 41	5 05	7 14
24	3 23	3 03	5 03	11 18	12 09	3 41	5 05	7 14
25	3 24	3 03	5 03	11 19	12 09	3 42	5 05	7 14
26	3 24	3 03	5 03	11 19	12 09	3 42	5 05	7 15
27	3 24	3 04	5 04	11 19	12 10	3 42	5 05	7 15
28	3 24	3 04	5 04	11 19	12 10	3 42	5 06	7 15
29	3 25	3 04	5 04	11 20	12 10	3 42	5 06	7 15
30	3 25	3 04	5 04	11 20	12 10	3 42	5 06	7 15

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 95 June 2011

عظیم روحانی مرکز خانقاہ نوریہ  
 کے 29 ویں عرس پاک  
 عظیم اسلامی یونیورسٹی  
 دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف  
 کے بہترین سالانہ کنونشن کے موقع پر  
 اپنے محبوب قائد حضرت قبلہ  
 صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری سرکار  
 کی خدمت عالیہ میں ہدیہ تبریک و خراج تحسین

علی کاظمی صابری، قصر بوئے زہراء و جواہرات علی  
 دکان نمبر 10 نمبر دار مارکیٹ مین روڈ نیاز بیگ ٹھوکر لاہور

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۹۴ ﴾ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ



## حقیقتِ دین

چودھری محمد اسحاق نوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور آپ سے جاں نثاری ہمارے مسلک کا خاصہ ہے۔ یہ دولت بے پایاں ہمیں اپنے بزرگوں سے وراثۃً ملی ہے، مگر میں نے مسلکی حوالوں سے بالاتر ہو کر اور بزرگوں سے سنی سنائی باتوں سے ہٹ کر تحقیق کی ہے، کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے لکیر کا فقیر بننا پسند نہیں اور جب تک کسی معاملے اور مسئلے کی تک نہ پہنچ جاؤں، کوئی نظریہ قائم نہیں کرتا، تقلید محض مجھے بالکل گوارا نہیں ہے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس لائبریری میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں، کئی زبانوں میں ہیں اور بے شمار علوم میں ہیں اور وہ نمائش یا دکھلاوے کے طور پر نہیں رکھی گئیں، بلکہ ان سب کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے، برسوں ان کو پڑھا ہے اور پڑھایا ہے، تحقیق و تجسس میں ایک عمر بیت گئی ہے۔ ان سب کتابوں کا حاصل اور پوری عمر کے مطالعہ کا نچوڑ آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ آپ کو طول طویل باتوں میں الجھانے کی کیا ضرورت ہے؟ منطقی اور فلسفیانہ چمچیدگیوں سے آپ کو کیا واسطہ؟ ان سب کا جو عطر اور خلاصہ ہاتھ لگا ہے، جس نتیجے پر میں پہنچا ہوں اور جو تحقیق نکتہ ہاتھ آیا ہے، صرف وہی آپ کو بتائے دیتا ہوں، وہ نکتہ صرف یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت اور آپ کے ساتھ عشق و وارفتگی اصل ایمان ہے اور یہی حقیقتِ دین ہے۔ ساری تعلیم کا خلاصہ اور حاصل مطالعہ سب یہی کچھ ہے۔ اسی کو ذہن نشین کر لیں اور اسی پر عمل پیرا ہو جائیں۔ دنیا و آخرت کی کامیابی کا مدار صرف اسی نکتہ کو سمجھ لینے میں مضمر ہے۔“



## زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کا قابل اعتماد مصرف

### دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

**بصیرپور  
شریف**

اپنے بارے میں جو میں کے  
ایصالِ ثواب کے لیے آپ کے پاس  
بہترین موقع موجود ہے

مہمانانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنیے، یہ آپ کی توجہ کے منتظر ہیں، اصحاب صفہ کے پیر و کار قوم کے یہ سہولت اسلامیہ کے پاس بان اور آپ کی امنگوں کے ترجمان ہیں

## ان کی کفالت کیجیے

### دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف

میں زیرِ تعلیم درس نظامی اور حفظ و ناظرہ کے طلبہ و طالبات کی تعلیم، رہائش، خوراک اور میڈیکل وغیرہ کے واجبی اخراجات ادارہ برداشت کرتا ہے۔۔۔۔۔  
ایک طالب علم پر ماہانہ دو ہزار پانچ صد (2500/-) روپے خرچ آتا ہے، خدمتِ دین کے جذبہ سے سرشار میٹر حضرات توجہ فرما کر کم از کم ایک بچے کی مکمل اور متعل کفالت اپنے ذمہ لے لیں۔۔۔۔۔  
آپ کے تعاون سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والا عالم دین ترویج و اشاعتِ دین اور فروغِ علم کی خدمات سرانجام دے کر آپ کے لیے اور آپ کے مرعومین کے لیے ایصالِ ثواب اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔۔۔۔۔

اپنی زکوٰۃ، صدقات، عشر اور دیگر عطیات جمع کروائیں،

کرنٹ اکاؤنٹ PLS-11911-2 نیشنل بینک بصیرپور برانچ کوڈ نمبر 0310

رابطہ کے لیے: مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف ضلع اوکاڑا

044-4771014 - 0300-4321088